تنظیم اسلامی کا ترجمان

01

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

24 تا 30 ربیع الثانی 1440ھ / یکم تا 7 جنوری 2019ء

قیامِ حق و صداقت

اسلام کا مقصد اصلی دنیا میں قیامِ حق و صداقت ہے اور دفعِ باطل و ضلالت ہے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ خواہ وہ کسی صورت اور کسی شکل میں ہو۔ اور یہ ممکن نہیں جب تک کہ ان تمام باطل پرستیوں اور گمراہیوں کو دور نہ کیا جائے، جن کو حق کی ضد حقیقی یعنی قوت شیطانی مختلف مظاہر و اشکال میں ہمیشہ پیدا کرتی ہے۔ پس اس بنا پر ہر طرح کی انسانی گمراہیوں کو دور کرنے کے لیے سعی کرنا، اور باطل و ظلم کے مقابلہ میں حق و عدل کا حامی ہونا عین مقصد اسلام و ملت وظہور رسالت و سبب نزول شریعت ہے۔ اور اسی نصرت حق و دفع باطل کی سعی و کوشش کا نام اصطلاح قرآنی میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لیے یوں سمجھئے کہ امر بالمعروف اسلام کا مقصد اصلی ہے۔ لیکن امر بالمعروف کے معنی ہیں نیکی اور صداقت کی طرف بلانا، اور اس کا حکم دینا۔ نہی عن المنکر سے مقصود ہے برائیوں اور گمراہیوں کو روکنا، لیکن نیکی اور صداقت تو برائیوں کے دور ہونے ہی کا نام ہے۔ اور روشنی کے معنی ہی یہی ہیں کہ تاریکی نہ ہو۔ کپڑا صاف کیونکر رہ سکتا ہے جب تک آپ اسے سیاہ دھبوں سے نہ بچائیں گے؟ پس امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر ناگزیر ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اس شمارے میں

اداریہ

شادی خانہ آبادی

اسرائیل کے عزائم اور ہیکل سلیمانی

......ترے کوچے سے ہم نکلے

ایمانی زندگی

حسنِ ظن لازم لیکن!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی

سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاء ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ آیات: 56 تا 58

قَالَ بَلْ رَّبُّکُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَھُنَّ ۡ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَھُمْ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیْرًا لَّھُمْ لَعَلَّھُمْ اِلَیْہِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

آیت ۵۶ ﴿قَالَ بَلْ رَّبُّکُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَھُنَّ ۡ﴾ ’’ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ فی الواقع تمہارا ربّ وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انہیں پیدا کیا ہے‘‘

﴿وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۵۶﴾﴾ ’’اور میں خود بھی اس پر گواہ ہوں!‘‘

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں علیٰ وجہ البصیرت یہ بات کہہ رہا ہوں، مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ حضور ﷺ کو بھی اپنی دعوت کے سلسلے میں بالکل اسی طرح قطعی الفاظ میں اعلان کرنے کا حکم دیا گیا: ﴿قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ ۣ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۭ﴾ (یوسف: ۱۰۸) ’’(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ، میں خود بھی اور وہ بھی جو میری پیروی کر رہے ہیں۔‘‘

آیت ۵۷ ﴿وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾﴾ ’’اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ان بتوں کے ساتھ ضرور کوئی چال چل کے رہوں گا، جبکہ تم چلے جاؤ گے پیٹھ موڑ کر۔‘‘

جیسے ہندوؤں کے ہاں جنم اشٹمی کا میلہ ہوتا ہے ایسے ہی ان لوگوں کا بھی کوئی تہوار تھا جس میں وہ سب کسی کھلے میدان میں جا کر پوجا پاٹ کرتے تھے۔ جب وہ دن آیا تو ان کے چھوٹے بڑے، مرد عورتیں سب مقررہ مقام پر چلے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ ان کے ساتھ نہیں گئے: ﴿فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ’’انہوںؑ نے کہا کہ میری طبیعت ناساز ہے‘‘۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ چنانچہ جب شہر خالی ہو گیا تو آپؑ ایک تیشہ ہاتھ میں لے کر ان کے بت خانے میں گھس گئے:

آیت ۵۸ ﴿فَجَعَلَھُمْ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیْرًا لَّھُمْ لَعَلَّھُمْ اِلَیْہِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾﴾ ’’تو آپؑ نے ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے ان کے بڑے کے، شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔‘‘

آپؑ نے سب سے بڑے بُت کو چھوڑ کر باقی تمام بتوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا تیشہ بھی اس بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ وہ آ کر دیکھیں تو سب سے بڑا بت صحیح سالم کھڑا ہو، باقی سب کے سب تیشے کا شکار ہوئے پڑے ہوں، آلۂ واردات بھی اسی بڑے کے پاس سے برآمد ہو اور یوں واقعاتی شہادت (circumstancial evidence) کی حد تک اس کے خلاف اِتمامِ حجت بھی ہو جائے۔

فرمانِ نبویؐ

ہر جاندار اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے

عَنْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ((قَرَصَتْ نَمْلَۃٌ نَبِیًّا مِنْ الْأَنْبِیَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْیَۃِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَیْہِ فِی أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَۃٌ أَھْلَکْتَ أُمَّۃً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ’’ایک نبی نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ انہیں کسی چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے چیونٹیوں کے پورے بل کو آگ لگا دی۔ اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ایک چیونٹی نے آپ کو کاٹا اور آپ نے تسبیح کرنے والی ایک پوری امت کو ختم کر دیا۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
24 تا 30 ربیع الثانی 1440ھ جلد 28
یکم تا 7 جنوری 2019ء شمارہ 01
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ

تاریخ انسان کے عروج وزوال کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں اور ہم جیسے دو ہاتھ دو پاؤں رکھنے والے انسانوں نے بڑی تمکنت سے حکومت کی، لیکن چونکہ انسانی زندگی کا ختم ہونا اور موت کا دبوچنا ایک کڑوی اور اٹل حقیقت تھی اور ہے۔ بادشاہ اور شہنشاہِ وقت یہ سمجھنے پر مجبور تھے کہ بہر حال اُنھیں ایک دن مرجانا ہے، لہٰذا اپنی ذات کی ابدیت اور ہمیشگی ذہن وقلب میں جگہ نہ پا سکی۔ کیونکہ اسے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور اس سے فرار کی کوئی راہ نہ تھی۔ البتہ انسان چونکہ اولاد کو اپنی ذات کا ایک تسلسل سمجھتا ہے لہٰذا حکمرانوں کی بڑی اکثریت نے تن من دھن اِس خواہش کی تکمیل میں لگا دیا کہ اقتدار اُن ہی کی نسل کو منتقل ہوتا چلا جائے۔ ایک فلسفی نے خوب کہا ہے کہ اقتدار حاصل کرنے کی خواہش بھوک مٹانے کی خواہش سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ انسانی خواہش مذہب اور رنگ ونسل سے بالاتر ہے لیکن بدقسمتی سے تاریخ یہ پکار پکار کر کہتی ہے کہ مسلمانوں میں گزشتہ چند صدیوں میں یہ حرص دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی نسبت قدرے شدت سے پائی گئی۔ مسلمان حکمران نے اقتدار کے لیے نہ صرف دنیوی اخلاقی اقدار کو تج دیا بلکہ آخرت بھی برباد کی۔ حالانکہ اللہ، اس کے آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب قرآنِ مجید نے دنیا اور متاع دنیا کو جتنا بے وقعت، عارضی اور ناپائیدار قرار دیا ہے کسی دوسرے مذہب نے نہیں دیا۔ اِس کے باوجود ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ غیر مسلم دنیا خصوصاً یورپ اور امریکہ نے اِس انسانی خواہش کو نکیل ڈالنے کے لیے جمہوری طرزِ حکومت کا سہارا لیا اور وہ کسی حد تک کامیاب رہے۔ وہاں حصول اقتدار کے لیے تو اب بھی اِسی جمہوری طرز حکومت کو استعمال کر کے غلط اور غیر اخلاقی ہتھکنڈے استعمال ہوتے ہیں، لیکن وہاں عام نوعیت کے جرائم سرزد ہونے پر بلکہ محض الزام لگنے پر بھی مقتدر لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقتدار سے رضا کارانہ طور پر الگ ہو جاتے ہیں۔ گنتی کے چند ایک مسلم ممالک میں بھی جمہوریت نے قدم جمائے جن میں پاکستان بھی شامل ہے، لیکن بدقسمتی سے ہم نے جمہوریت جو ہمارے نزدیک متنازع طرزِ حکومت ہے اس میں بھی مزید گند ڈالا ہے۔ کبھی اس جمہوریت کو خاکی وردی والے پاؤں تلے روند ڈالتے تھے اور اب ہمارے سیاستدان ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ ایسی جمہوریت ہو جس سے اقتدار اُن کے خاندان تک محدود ہو جائے۔ بھٹو فیملی اور شریف فیملی اِس کی واضح مثالیں ہیں۔ فوج اب پس پردہ ڈوریاں ہلاتی ہے گویا ہماری جمہوریت حقیقت میں بچہ جمہورا بن چکی ہے۔

ہم نے بات کا آغاز انسانوں کے عروج وزوال سے کیا تھا۔ پاکستان نے اِس معاملے میں بھی خود کو نرالا اور عجیب وغریب ثابت کیا ہے۔ دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ مقتدر لوگوں کے دشمن جب اُنہیں اقتدار سے نکالنے میں کامیاب ہوئے تو نئی حکومت کے ہاتھوں یا قتل ہوئے یا اُن پر مقدمات بنائے گئے اور انہیں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ پاکستان میں حکمران نواز شریف سے عجب معاملہ ہوا کہ

جب وہ برسرِاقتدار تھے تب اُن پر مقدمات قائم ہوئے۔ اُنہیں وزارتِ عظمیٰ سے نکالا گیا، لیکن اُن کی جگہ اُن کے اپنے جانثار اور متوالے حکمران بن گئے اور وہ اپنے سجنوں کے دورِ حکومت میں جیل گئے اور جب اُن کا دشمن عمران خان وزیراعظم بنا تو وہ رہا ہو گئے اور اب پھر جیل چلے گئے ہیں۔ نواز شریف بھی تاحیات اقتدار میں رہنے اور اِسے اپنے خاندان بلکہ اپنی نسل کو منتقل کرنے کے مکمل انتظامات کر چکے تھے۔ ہماری رائے میں قدرت نے اپنی قدرت دکھائی۔ چیف جسٹس ثاقب نثار کبھی اُن کا وکیل تھا۔ نواز شریف کی مہربانیوں سے وہ اِس عہدہ تک پہنچے۔ آرمی چیف قمر باجوہ اُن کا Handpicked تھا۔ بیوروکریسی کو جس طرح اُنہوں نے نکیل ڈالی تھی، اُن کی نوکری، ترقی اور عزت سب کچھ نواز شریف کے راضی اور ناراض ہونے پر منحصر تھا۔ لیکن اِس سب کچھ کے باوجود نواز شریف فیملی کا جو انجام ہوتا نظر آ رہا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ بھٹو فیملی کے حالات مختلف ہیں لیکن انجام شریف فیملی جیسا ہی ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ البتہ سچی بات یہ ہے کہ بھٹو فیملی پر شریف فیملی سے زیادہ مصائب آئے اور طویل عرصے تک رہے، بھٹو پھانسی چڑھ گئے دونوں بیٹوں کی موت کا بھی سیاسی پس منظر تھا۔ بے نظیر قتل ہو گئیں، لیکن آصف زرداری نے یہ سب کچھ اپنے لیے ایک چانس اور موقع سمجھا اور سیاست ہی میں نہیں بلکہ لوٹ مار میں بھی شریف فیملی کو مات دینے کی کوشش کی اور اپنا سیاسی مستقبل ہی نہیں، بلاول بھٹو کا مستقبل بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ لہٰذا انہیں بھی ہتھکڑیاں لگتی نظر آ رہی ہیں۔ بہرحال یہ سوچنا اور سمجھنا کہ ایسا انجام صرف سیاست دانوں اور حکمرانوں ہی کا ہوتا ہے یقیناً حماقتِ عظمیٰ ہے۔ ہر شخص کی اپنی سطح پر کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور نتائج بھی اُس کے مطابق نکلتے ہیں۔ اللہ سب کا رب ہے اور یہ دنیا سب کے لیے امتحان گاہ ہے۔ لہٰذا عام آدمی کو بھی اپنے گریبان میں منہ ڈالنا ہوگا۔ محض حکمرانوں پر تنقید کے تیر چلانے سے وہ بری الذمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایک آدمی کی سوچ کا زاویہ یہ ہونا چاہیے کہ فلاں کے پاس تو اقتدار تھا، وسائل تھے، گویا تکبر کرنے، بگڑنے اور گمراہ ہونے کے پورے امکانات تھے، میں نے اگر کج روی اور کج راہی اختیار کی تو کیا میں اُس حدیث مبارکہ کی زد میں نہیں آ جاؤں گا؟ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت روزِ قیامت تین قسم کے لوگوں کو یکسر نظر انداز کر دے گا: (1) غریب متکبر (2) بوڑھا زانی (3) غیر عادل بادشاہ۔

دنیا میں ہونے والے یہ واقعات محض اس لیے رونما نہیں ہوتے کہ کوئی اُس پر تالیاں بجائے اور کوئی سر پیٹ لے۔ دانا وہ ہے جو دوسرے کے انجام کو دیکھ کر اپنی اصلاح کرے۔ نادان ہی نہیں بدقسمت بھی ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ بُرے کرتوت صرف اُس کے دشمن اور حریف کو بُرے انجام سے دوچار کریں گے، ہم سب کچھ کر کے بھی محفوظ ہی رہیں گے۔ یہ خوش فہمی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے۔ اپنے لیے Justification ڈھونڈنا، خود کو مستثنیٰ سمجھنا، خود سے دشمنی ہے۔ دنیا اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ اپنے کنبہ میں تفریق نہیں کرے گا۔ اللہ رب العزت اپنی آخری کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید میں صاف صاف واضح کرتا ہے کہ انسان کا تقویٰ اختیار کرنا اور اس سے ڈرنا مطلوب ہے۔ اُس کی نافرمانی سے بچنا اور اُس کے حکم کی تعمیل انسان پر لازم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو خبردار کرتا ہے کہ دنیوی دولت اور شان و شوکت سے مرعوب نہ ہونا۔ یہ عارضی اور ناپائیدار ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حکمرانوں کا اس عبرتناک انجام پر ہمارا یہ سوچنا کہ یہ صرف اُن کے لیے ہے، ہمالیائی غلطی ہے، جو ہمیں کسی بدتر انجام سے دوچار کر سکتی ہے۔ اُس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں، اُس کی دی ہوئی مہلت کو غلط معنی پہنانا، خود فریبی ہے۔

اہلِ پاکستان کو اس معاملہ کو ایک دوسرے نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا چاہیے کہ امریکہ کی سربراہی میں اسلام دشمن قوتیں تاک میں ہیں۔ وہ کبھی ایسے اسلامی ملک کو برداشت نہیں کریں گی جو ایٹمی صلاحیت رکھتا ہو اور جس کے پاس مضبوط فوج بھی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نواز عمران جھگڑا اب نیشنل اور انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ کی جنگ بن چکا ہے۔ یہ قوتیں ہر اُس فرد اور گروہ کی حمایت میں نکلیں گی جو فوج کے خلاف ہو اور اُسے کمزور کرنا چاہتا ہو کیونکہ جب تک پاکستان کی فوج مضبوط ہے، پاکستان کو شام نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کسی طرح سیاسی قوت اور فوج کا تصادم کروایا جائے۔ پھر دخل اندازی کر کے ایٹمی اثاثہ جات پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ مصیبت یہ ہے کہ پاکستان کی فوج نے بھی ماضی میں ہوسِ اقتدار اور ہوسِ زر میں ملوث ہو کر خود کو پارٹی بنا لیا ہے، جس سے اُن کے خلاف جائز شکایات پیدا ہوئی ہیں۔ جنہیں رفع کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ ہم فوج کے بڑوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ سیاست میں ٹانگ نہ اڑائیں اور اپنی پوری توجہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت پر مرکوز کریں اور سیاست دانوں سے عرض ہے کہ وہ سمجھیں کہ تمام تر نقائص اور برائیوں کے باوجود فوج ہی کو اس ملک کی حفاظت کرنا ہے اور دشمن کو منہ توڑ جواب دینا ہے۔ ہماری تاریخ یہ ہے کہ جب فوج اور سیاست دانوں میں ہم آہنگی اور ایک مضبوط تعلق تھا، ہم نے دشمن کو منہ توڑ جواب دیا اور اُس کے دانت کھٹے کیے اور جب ہم اندرونی طور پر باہم دست و گریبان ہوئے تو دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے اور شکست و ریخت کا شکار ہوئے۔

ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ پاکستان دشمن قوتیں نہ سیاست دانوں کی دوست ہیں، نہ فوج کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنوں کے خلاف غیروں کی مدد حاصل کرنا غداری کے مترادف ہے۔ لہٰذا قانونی جنگ لڑیں، ہر کوئی اپنے آئینی حقوق کے لیے تگ و دو کرے۔ بازاروں اور سڑکوں پر باہم سر پھٹول نہ کریں۔ اس سے نقصان سب کا ہوگا اور فائدہ کسی کا نہ ہوگا۔ کرپٹ سیاست دانوں کے انجام سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا ہوگا کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ اللہ ڈھیل ضرور دیتا ہے اور انسان کو سنبھلنے کا موقع بھی دیتا ہے لیکن جب انسان اپنی حدود سے بے دریغ تجاوز کرتا ہے تو اللہ رسی کھینچ لیتا ہے۔ بعض اوقات ہم غلط کار اور حرام خور لوگوں کو پھلتے پھولتے دیکھ کر صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں بھولنا چاہیے ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ (البروج) ''بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے۔''

آیئے! اپنی تمام مالی، جسمانی اور ذہنی قوت مجتمع کر کے پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے لگا دیں تاکہ پاکستان کا تحفظ ہی نہیں، استحکام بھی یقینی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

شادی خانہ آبادی

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے ناظم مالیات محترم اعجاز لطیف کے 21 دسمبر 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! آج ان شاء اللہ ہم اس حوالے سے مطالعہ کریں گے کہ شادی خانہ آبادی کیسے ہوگی۔ اس لیے کہ شادی ایک مرحلہ ہے اور شادی کے بعد میاں بیوی کے جو حقوق وفرائض ہیں، ان کی اگر پہچان نہ ہو تو ازدواجی زندگی میں بہت مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس رشتے کو قرآن مجید میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ﴾ ”وہ پوشاک ہیں تمہارے لیے اور تم پوشاک ہو اُن کے لیے۔“ (البقرۃ:187)

لباس انسان کے جسم کو ڈھانپتا ہے، اس کے عیبوں کو چھپاتا ہے، اس کی خوبصورتی کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کو سردی، گرمی سے، موسمی اثرات سے بچاتا بھی ہے۔ لباس آرام، راحت وسکون کا سبب ہوتا ہے۔ انسان ہمیشہ بہترین لباس پسند کرتا ہے اور یہ ہمیشہ انسان کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح لباس پر اگر دھبہ لگ جائے تو اس کو فوری طور پر صاف کیا جاتا ہے۔ میاں بیوی کے رشتے کی اس سے بلیغ اور جامع وضاحت کوئی ہو ہی نہیں سکتی جو یہاں قرآن مجید نے پیش کی۔ اس لحاظ سے میاں بیوی کا آپس کا تعلق بہت ہی مضبوط اور گہرا ہونا چاہیے اس لیے کہ یہ زندگی بھر کا سودا ہے۔ میاں بیوی میں اگر ہم آہنگی اور افہام وتفہیم ہے تو یہ تعلق کامیابی کی ضمانت ہے۔ اگر یہ تعلق بن جائے تو اس سے بڑھ کر دنیا کی کوئی اور نعمت نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ ہم آہنگی نہ ہو سکے تو اس سے بڑھ کر مصیبت اور آفت کوئی نہیں ہے۔ شادی کے بعد اس کو کامیاب بنانے میں مرد اور عورت دونوں کا بڑا موثر حصہ ہے۔ لیکن مرد کو چونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قوام کہا ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں“ (النساء:34)

یعنی ایک نگران اور ذمہ دار بنایا ہے اس لیے اسے اپنی ذمہ داری زیادہ پہچاننی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا﴾ ”اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے پیدا کیے تمہارے لیے تمہاری نوع میں سے جوڑے، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو“ (روم:21)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس جوڑے کو اپنی نشانی قرار دیا۔ اس کا مقصد یہ بیان کیا تاکہ ہم اس سے سکون حاصل کریں۔ اگر خدانخواستہ گھر میں ناچاقی ہے اور تو دیگرم من دیگری والا معاملہ ہے تو وہاں سکون کہاں سے ہوگا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل مقصد ہی فوت ہو رہا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ جوڑا بنایا تھا۔

مرتب: ابو ابراہیم

ہم ذرا سوچیں کہ کتنی دفعہ ہمیں یہ اتفاق ہوا کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ ہمارا یہ جوڑا اللہ کی نشانی ہے۔ زندگی کو خوشگوار گزارنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے میاں بیوی دونوں کو حقوق وفرائض بتائے ہیں۔ ہر ایک کو اپنے فرائض سرانجام دینے کی فکر ہونی چاہیے۔ لیکن ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ہم اپنے حقوق کے بارے میں بڑے حساس ہوتے ہیں لیکن اپنے فرائض سے غافل ہوتے ہیں۔ پہلے ہمیں یہ شعور ہو کہ ہمارے فرائض کون کون سے ہیں اور پھر ان کو صحیح طریقے سے پرفارم کریں تو زندگی کی گاڑی سیدھی چلے گی۔ یعنی دوسروں کے حقوق کی فکر زیادہ ہوگی تو ان شاء اللہ معاملات بہت درست چلیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہماری زندگی کی ہمواری اتنی زیادہ درکار ہے کہ قرآن واحادیث میں اس کے لیے باقاعدہ ہدایات دی گئی ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہونا اللہ اور رسول ﷺ کو بہت ناپسند ہے۔ جبکہ اس کے برعکس شیطان کو اس سے زیادہ پسندیدہ بات کوئی نہیں ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ابلیس سمندر میں اپنے تخت پر بیٹھا رہتا ہے اور اپنے چیلوں اور چانٹوں کو ملک میں فساد پیدا کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روزانہ بھیجتا رہتا ہے۔ شام کو یہ سب اکٹھے ہو کر ابلیس کے حضور اپنے اپنے کارنامے بیان کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں فتنہ کھڑا کیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں شر برپا کیا مگر ابلیس انہیں کچھ کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا اور یعنی اپنی روٹین کے کام قرار دیتا ہے لیکن جب ایک چیلا آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں میاں بیوی میں جدائی ڈال کے آیا ہوں تو ابلیس خوش ہو کر اسے شاباش دیتا اور گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تھا کرنے کا کام جو اس نے سرانجام دیا ہے۔“ (مسلم)

اس پوری حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جہاں دو برتن ہوں گے کبھی نہ کبھی وہاں آواز آئے گی۔ کوئی اختلاف رائے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ ایسا معاملہ ہو جائے تو اس کو جتنی جلدی رفع دفع کیا جائے اتنا ہی اللہ راضی ہوتا ہے اور جتنا اس کو بڑھایا جائے اتنا ہی شیطان خوش ہوتا ہے۔ تو اس معاملے میں اس چیز کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے کہ جناب قصور تو اس کا ہے میں کیوں پہل کروں۔ جو بھی پہل کرے گا اس نیت سے کہ اب اس جھگڑے کو ختم کرنا ہے۔ وقتی طور پر کوئی ناراضگی ہے اس کو ختم کرنا ہے تو وہ رحمان کو راضی کرے گا اور جو اس کے برعکس معاملہ کرے گا اور اس کو طول دے گا وہ شیطان کو راضی کر رہا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ نے جو حقوق وفرائض ہمیں تعلیم فرمائے ہیں اگر ہم ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا

بھی ہماری درست ہو جائے گی اور آخرت بھی۔

بیوی کے حقوق اور شوہر کے فرائض

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے:
﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے پر معاشرت اختیار کرو۔'' (النساء:19)

اس آیت میں تمام اہل ایمان سے خطاب ہے کہ تم خواتین کے ساتھ معروف یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے زندگی گزارو اور ان کے ساتھ اچھی معاشرت برتو تاکہ ان کو کسی قسم کی تکلیف یا پریشانی نہ ہو۔ یہ جنرل راہنمائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے سے اس کی شرح فرمائی ہے:

''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔'' (ترمذی)

پوری انسانیت میں بہترین اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جس بات کی وہ ہمیں تعلیم فرمائیں وہ اس پر خود عمل نہ کریں۔ آپ ﷺ نے بہت سی احادیث میں اس کی مزید شرح فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم میری اس نصیحت کو قبول کرلو۔''

یہ خطاب صرف اس وقت کے صحابہؓ سے نہیں تھا بلکہ آج بھی ہم سب مسلمانوں سے حضور ﷺ کا تقاضا یہی ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ بھلائی کا رویہ اختیار کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ:

''لوگو! سنو عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے سوائے اس صورت کے جب ان کی طرف سے کوئی کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں ضرب لگاؤ تو ایسا نہ مارنا کہ کوئی شدید چوٹ آئے اور پھر وہ جب تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ دیکھو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے حقوق تمہارے اوپر ہیں۔''

ظاہری بات ہے بیویاں اپنا سارا کچھ گھر بار، عزیز واقارب چھوڑ کر تمہارے گھروں میں آگئیں۔ ان کے حقوق کے بارے میں اللہ کے ہاں باز پرس بھی ہے۔ بیویوں کے ہم پر کون کون سے حقوق ہیں اس حوالے سے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم پر ہماری بیویوں کا کیا حق ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ۔ یعنی جو تم کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔ جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اور چہرے پر نہ مارو اور برا بھلا مت کہو اور اس کو مت چھوڑ مگر گھر ہی میں۔''

یعنی اگر بستر سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے تو یہ نہیں کہ انہیں گھر سے ہی نکال دو بلکہ انہیں گھروں کے اندر رکھو۔ ہمارے ہاں یہ جو معاشرتی روایت چل پڑی ہے کہ تھوڑی بہت ناچاقی ہوگئی تو بیوی کو میکے بھیج دیں جبکہ قرآن کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ اگر خدانخواستہ طلاق کی بھی نوبت آجاتی ہے اور جب ایک طلاق ہو جائے تو پھر عدت طلاق شوہر کے گھر میں ہی پوری کرنی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو بھی جھگڑا ہو اس کو گھر کے اندر ہی حل کرنا چاہیے۔ کیونکہ بیوی جلدی میکے بھیج دینا جہالت ہے۔ کیونکہ وہ جب میکے میں رہے گی تو ہفتہ دس دن کے بعد چہ میگوئیاں شروع ہو جائیں گی کہ لڑکی آئی ہوئی ہے واپس کیوں نہیں گئی۔ پتا چلا کہ کوئی گڑبڑ ہے تو اس سے پریشانیاں بڑھتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر بیوی بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اس کے حوالے سے قرآن میں راہنمائی ہے کہ:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ﴾ ''اور وہ خواتین جن کے بارے میں تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو'' (النساء:34)

اللہ نے مرد کو گھر کا سربراہ بنایا ہے۔ اب شریعت کے دائرے میں مرد کی بات کو ماننا خاتون کے لیے لازمی ہے۔ اگر وہ اس کی قوامیت اور سربراہی کو ہی چیلنج کردے یعنی کہہ دے کہ میں تیری بات نہیں مانتی بلکہ میری اپنی چلے گی تو پھر یہ بغاوت ہوگی اور اس کے بعد وہ مزید آگے بڑھ کر بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہے تو اس کے لیے اس کو سمجھانا ضروری ہے اور قرآن نے اس کے تین درجے بیان کیے ہیں۔ سب سے پہلا درجہ ہے:

﴿فَعِظُوْهُنَّ﴾ ''پس ان کو نصیحت کرو''

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اس کے

پریس ریلیز 28 دسمبر 2018ء

سپر پاور امریکہ کا افغان طالبان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا مقام عبرت ہے

حکومت نے ملکی نظام کو ریاست مدینہ کی طرز پر ڈھالنے کے لیے 25 رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے

حافظ عاکف سعید

سپر پاور امریکہ کا افغانستان کے بے سروسامان طالبان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا مقام عبرت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں 18 سال قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنے کے بعد آخر کار امریکہ کو پسپائی اختیار کرنا پڑ رہی ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کے سبب ہے۔ جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی سے محروم افغان طالبان نے اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے جان ومال سے جہاد کیا ہے اور اللہ کے دین کے دشمنوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے لیے بھی اس میں سبق ہے کہ اگر ہم مستقل امن اور سلامتی چاہتے ہیں تو افغان طالبان کی مثال کو سامنے رکھ کر اللہ سے کیا وعدہ پورا کریں اور اسلامی نظام کے راستے میں حائل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے۔ انہوں نے کہا کہ بعض اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت نے ملکی نظام کو ریاست مدینہ کی طرز پر ڈھالنے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل سے سفارشات مانگی ہیں اور اس ضمن میں ایک 25 رکنی کمیٹی تشکیل دیے جانے کی بھی خبریں ہیں جو حکومت کو سفارشات پیش کرے گی۔ حکومت کا یہ اقدام خوش آئند ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ کمیٹی میں شامل تمام اراکین ثقہ علماء ہوں اور وہ ریاست مدینہ کے مکمل خدوخال والی ریاست ہو جس میں اسلام کا ادھورا نفاذ نہ ہو بلکہ اسلام مکمل طور پر نافذ ہو۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

سامنے رکھے جائیں۔اگر بات اس سے سدھر جاتی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔اس کے بعد بھی اگر وہ خدانخواستہ باز نہ آئیں تو پھر اگلا درجہ یہ ہے کہ:

﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ ''اور ان کو ان کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو''

یعنی بستروں سے الگ رکھنا ہے گھر سے نکالنا نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اگر معاملہ نہیں سدھرتا اور وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو پھر آخری درجہ یہ ہے کہ:

﴿وَاضْرِبُوْهُنَّ ج﴾ ''اور ان کو مارو۔''

یہاں ضربو سے مراد یہ نہیں ہے کہ بے دردی سے مارا جائے بلکہ یہ مار تادیبی ہونی چاہیے۔یعنی ادب سکھانا اور اصلاح مقصود ہو۔ تکلیف دینے والی ایسی مار جائز نہیں جس سے نشان پڑ جائے۔ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی کہ: ''یہ بری بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح سے مارتا ہے جیسے آقا اپنے غلام کو مارتا ہے اور دوسری طرف اسی سے اپنی جنسی خواہش بھی پوری کرتا ہے۔''

یعنی یہ بداخلاقی اور بے غیرتی کی بات ہے۔ قرآن میں آگے ارشاد فرمایا:

﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ (النساء:34) ''پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف (خواہ مخواہ زیادتی کی) راہ مت تلاش کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے، بہت بڑا ہے۔''

یعنی اگر معاملہ سلجھ جائے تو اس کے بعد خواہ مخواہ ان کو ذہنی یا جسمانی اذیت نہ دو۔کیونکہ ایسی کسی بھی زیادتی سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن نے کتنی باریک بینی کے ساتھ اس معاملے کو حل کرنے کا طریقہ بتا دیا۔پھر قرآن میں یہ بھی ہے کہ اگر تمہیں اپنی بیوی کی کوئی بات ناپسند ہو تو اس کے اندر دوسری اچھائیاں تلاش کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی اچھائیاں تمہیں پسند آجائیں۔کیونکہ کوئی آدمی بھی پرفیکٹ نہیں ہے۔ ہمارے اندر پتا نہیں کتنی کمیاں اور کوتاہیاں ہیں لیکن وہ بھی تو ہمیں برداشت کر رہی ہیں۔

ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے تو بیویوں کے حوالے سے بھی ہمیں آپ ﷺ کا اُسوہ اختیار کرنا چاہیے۔جب نبی اکرم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت 9 ازواج مطہرات باقاعدہ آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں اور وہ کوئی آسمان سے نازل کیے ہوئے فرشتے نہیں تھے بلکہ اسی معاشرے کے افراد میں سے تھیں،ان کے درمیان بھی وہ باتیں ہوتی تھیں جو سوکنوں کے درمیان آپس میں ہو جایا کرتی ہیں۔وہ مسائل بھی کھڑے ہوتے تھے جو بعض اوقات شوہر اور بیوی میں کھڑے ہوتے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ساری عمر کسی خاتون پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ جب بھی گھر کے اندر داخل ہوتے تو چہرہ مبارک پر تبسم ہوتا تھا۔ہم کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے تو پھر ان کا اسوہ تو یہ ہے کہ مار پیٹ کی نوبت آنی ہی نہیں چاہیے۔ جو مارنے کی اجازت ہے وہ بہت ہی ناگزیر حالات کی صورت میں ہے۔اسی طرح بیویوں کے بارے میں ہمیشہ خوش گمانی رکھنی چاہیے اور اس سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (النساء:19) ''اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو بعید نہیں کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو اور اس میں اللہ نے تمہارے لیے بہت کچھ بہتری رکھ دی ہو۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی مومن مرد اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے۔اگر بیوی کی کوئی عادت اس کو ناپسند ہے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسری عادت پسند آجائے۔ اس کی کوتاہیوں سے بھی صرف نظر کرنا چاہیے۔قرآن میں ارشاد ہے کہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التغابن:14)

''اے ایمان کے دعوے دارو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے بچ کر رہو۔اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

آج معاشرے میں رشوت اور چور بازاری اسی لیے ہے کہ بیویوں اور اولاد کی فرمائشیں پوری کرنی ہیں اور اس طرح اللہ اور رسول ﷺ کیا احکامات کو توڑ کر اپنی آخرت کو برباد کیا جا رہا ہے۔اسی وجہ سے فرمایا کہ ان میں سے بعض تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں لیکن پھر یہ فرما کر بیلنس کر دیا کہ اگر تم درگزر سے کام لو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔اس لیے کہ ہماری کتنی کوتاہیوں پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے۔جس طرح سے ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کرے تو ہمیں بھی دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔

شریک حیات کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے لیے زیبائش اختیار کی جائے،خوبصورت لباس زیب تن کیا جائے،خوشبو لگائی جائے۔ جیسے مرد چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے لیے زیبائش اختیار کریں اسی طرح خواتین بھی یہ خواہش رکھتی ہیں کہ ان کے شوہر بھی ان کے لیے خوبصورت لباس اور اچھی وضع قطع اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ جب باہر سے گھر لوٹتے تھے تو پہلے مسواک فرماتے تھے تاکہ منہ سے کسی چیز کی ناگوار بو نہ آئے۔ آپ ﷺ اچھی خوشبو استعمال کرتے تھے۔اگر ہم بھی اس نیت سے یہ کریں گے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی بھی ہوگی اور ماحول بھی خوشگوار ہوگا۔

شریک حیات کے لیے خوبصورت نام رکھیں۔ ایک تو ان کا فطری نام ہے لیکن کچھ نک نام ہوتے ہیں جو پسندیدہ ہوتے ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ اپنی ازواج کو ایسے ناموں سے پکارا کرتے تھے جو انہیں بے حد پسند تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ حمیرہ کہتے تھے کیونکہ یہ نام آپؓ کو پسند تھا۔اپنی بیویوں کو ایسے ناموں سے نہ پکاریے جن سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔

اپنی بیوی کی خوبیوں کی قدر کیجیے اور انہی خوبیوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھیے۔اگر بیوی سے کوئی غلطی ہو جائے تو درگزر کیجیے۔رسول اللہ ﷺ نے یہی طریقہ اپنایا تھا۔ آپ ﷺ ایسے مواقع پر خاموشی اختیار فرماتے تھے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت کے احکام ٹوٹ رہے ہوں تو بھی آپ خاموش ہو جائیں البتہ روٹین کی چھوٹی موٹی ناگوار باتوں پر آپے سے باہر ہو جانا اور ایک نزاع کی کیفیت بنا دینا مناسب نہیں۔یہ وہ اسلوب ہیں جن میں ہم سے اکثر و بیشتر کوتاہی ہوتی ہے۔بجائے اس کے ہم ایک مثبت رویہ اپنائیں تو ماحول خوشگوار رہے گا۔

شریک حیات کو دیکھ کر مسکرایئے کیونکہ مسکرانا صدقہ ہے۔یہ صدقہ کی سوغات صرف غیروں میں ہی نہیں بانٹنی بلکہ سب سے پہلے اس کی مستحق بیوی ہے۔جو جتنا زیادہ قریبی ہے اتنا زیادہ وہ اس کا مستحق ہے۔اسی طرح اس کے کام کی تعریف کیجیے۔تصور کیجیے کہ جب ایسا کریں گے تو زندگی کتنی خوشگوار گزرے گی۔یہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تھے تو مسکرا کر داخل ہوتے تھے۔لیکن ہمارے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ہم دوسروں کے ساتھ بڑے مسکرا کے پیش آتے ہیں کیونکہ بزنس ڈیل کرنی ہے لیکن جب اپنے گھر آنا ہے تو بڑے سنجیدہ اور کرخت موڈ میں آنا ہے۔یہ رویہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بیویوں کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ مبارک کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی 4 3۔ ارض ملکِ خداست

10	باطنِ اَلارضُ لِلّٰہ ظاہر است	ہر کہ ایں ظاہر نہ بیند کافر است

خالقِ کائنات نے اس زمین (اور اس کے جملہ وسائل رزق) کو اللہ کی ملکیت قرار دیا ہے یہ حقیقت آشکارا ہے جو اس واضح بات کو نظر انداز کرتا ہے وہ اسلام (کی ان اقتصادی تعلیمات) کا منکر ہے

11	من نگویم در گذر از کاخ و کوے	دولت تست ایں جہانِ رنگ و بوے

میرے کہنے کا مدعا یہ نہیں ہے کہ تم ان مادّی وسائل (گلیوں اور قیمتی رہائشوں) کو ترک کردو حواسِ خمسہ کا یہ مادی جہاں کل کا کل تیرا اثاثہ (دولت) ہے (اس کو نوعِ انسانی کی خدمت میں لگاؤ، نہ کہ ذاتی منفعت میں)

12	دانہ دانہ گوہر از خاکش بگیر	صید چوں شاہیں ز افلاکش بگیر

اے انسان! اس روئے زمین سے اپنا رزق دانہ دانہ (تھوڑا تھوڑا کرکے) تلاش کرو جیسے شاہین افلاک کی وسعتوں میں اپنی ضرورت کا پرندہ شکار کرتا ہے اور بس!

10۔ ’اَلارض للہ‘ کا مفہوم کئی قرآنی آیات میں آیا ہے ❶۔ کائنات کی وسعت میں ہمیں اس کی تفصیلات کا علم نہیں۔ زمین پر ہم آباد ہیں۔ یہ زمین اپنی تمام رعنائیوں، رونقوں اور وسائل رزق سمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس نے پیدا کی ہے اور اس کی مرضی سے ہی رزق کے خزانے صدیوں سے انسان کے لئے اُگل رہی ہے اور مقتدر طبقات خاندانی ریاستیں قائم کرکے اور جاگیروں پر قبضہ کرکے ان وسائل کو لوٹ کر عیش کر رہے ہیں اور مزارع و ہاری دو وقت کی روٹی کو ترس رہے ہیں۔ قرآن کی تعلیمات اس عوامی اور اشرافیہ کے تصور کے برعکس ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے وسائل پر غریب امیر کا بلالحاظ رنگ ونسب برابر کا حق ہے۔ یہ تصور تاریخ انسانی میں ایک انقلابی تصور ہے اور دنیا میں رائج ابلیسی اور صیہونی نظامِ زر اور اس کے ارتکاز کے طریقوں کو زمین بوس کرنے والا ہے۔ سرمایہ داری کی موت ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے ہی اُردو کی اپنی شاہکار نظم ’ابلیس کی مجلس شوریٰ‘ (1936ء) میں ابلیس کی زبان سے کہلوایا ہے کہ یہ تصور کبھی دنیا میں پھیلنے نہ پائے ❷۔ مگر قرآن کا تصور یہی ہے۔ مسلمانوں کو مغربی بالادستی ختم کرنے کے لیے اس تصور کو عام کرنا ہے اور جو اس تصور، اس کے تقاضے اور اسلام کے اقتصادی نظام کو نہیں مانتا وہ دراصل اسلام کا ہی منکر ہے اور کافر ہے۔

11۔ میری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کرلے اور اچھی رہائشوں اور سہولتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلے۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ یہ جہانِ رنگ و بو (جو انسانی حواسِ خمسہ کے ذریعے علوم میں ترقی کرکے دن بدن زمینی وسائل کو اپنی گرفت میں لا رہا ہے بلکہ زمین کی فضا (SPACE) کو بھی قابو میں لا رہا ہے) تیرے لیے بنایا گیا اور تیرے لیے مُسخر کیا گیا ہے ❸۔ ’اَلارض للہ‘ کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے خزانوں کو مسخر کرو اور پھر ارتکاز دولت کی بجائے ان خزانوں کو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے پیدا کیا ہے، تم ان خزانوں اور خوابیدہ قوتوں کو نوعِ انسان کی خدمت اور بہبود کے لیے خرچ کرو۔ بادشاہ اور حکمران بھی صرف ایک انسان جتنا فائدہ حاصل کریں اس سے زیادہ نہیں۔

12۔ اے خدا شناس انسان! خدا کو مانتے ہو تو اس روئے زمین کے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اپنے لئے امانت سمجھو اور حکمران بن کر فرعون، نمرود اور مطلق العنان بادشاہ مت بن جاؤ بلکہ اللہ کا نمائندہ اور تقسیم کار بن کر انصاف کے ساتھ تمام انسانوں میں انصاف سے تقسیم کرو۔ تم خود صرف اپنا ایک انسان کا رزق اپنے لیے روا رکھو۔ تم اس زمین سے رزق دانہ دانہ کرکے اکٹھا کرو اور خلق خدا تک پہنچاؤ۔ ایک مسلمان اور مومن انسان تو شاہین اور شہباز کی طرح بلندیوں پر اپنا رزق تلاش کرتا ہے اور چنیدہ (پاک اور طیب) رزق کھاتا ہے۔ انسان کو بھی اسی طرح رزق تلاش کرنا چاہیے وسائل رزق پر قبضہ کرکے دوسرے انسانوں کے لیے وبالِ جان نہیں بن جانا چاہیے۔ علامہ اقبال نے اسی مفہوم کو اپنے اُردو کلام میں چیونٹی اور شاہین کے رزق کی تلاش کرنے کے فرق کو یوں ظاہر کیا ہے چیونٹی (دنیادار اور لالچی آدمی) کے بارے میں شاہین نے کہا ہے۔

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں نُہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں

❶ ﴿سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ (الصف:1)

❷ ابلیس کی زبان سے علامہ اقبال نے کہلوایا ہے۔
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں!

❸ ﴿وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ﴾ (الجاثیۃ:13)
’’اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا دیا ہے‘‘۔

صیہونیوں کا Anti-semitism کا واویلا انتہائی غیر منطقی اور غیر اخلاقی ہے کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ ظلم ہو رہا ہو اور اس کے خلاف بات نہ کی جائے : ایوب بیگ مرزا

Anti-semitism صیہونی لابی کے لیے اک ایسا ترپ کا پتا ہے جسے اسرائیلی مظالم پر آواز اُٹھانے والوں کو چُپ کرانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے: رضاء الحق

اسرائیل کے عزائم اور ہیکل سلیمانی کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: semitism، سیکولرازم، لبرل ازم اور racism میں کیا فرق ہے؟

رضاء الحق: آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کی نسل سے جو بھی شخص ہے اس کو Semit e کہا جاتا ہے۔ سامی النسل لوگوں میں بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل شامل ہیں اس کے علاوہ تمام آریائی قومیں بھی ان میں شامل ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر یورپ، امریکہ، وسطی ایشیاء، افغانستان، کشمیر، پاکستان اور انڈیا میں اس وقت موجود ہیں اور کچھ تھوڑی تعداد ایران میں بھی ہے۔ سامی النسل ہونے کا پرچار کرنے کو Semitism کہا جاتا ہے۔ جبکہ سیکولرازم، لبرل ازم وغیرہ جدید فلسفے ہیں۔ جس طرح لبرل ازم کا مطلب ہے ہر چیز سے آزادی حتیٰ کہ خدا سے بھی آزادی۔ یعنی اپنی مرضی سے چیزوں کو طے کرنا۔ اسی طرح سیکولرازم کا مفہوم یہ ہے کہ مذہب ایک فرد کا انفرادی معاملہ ہے جس میں ریاست کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے اور ریاست کے معاملات میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی سیکولرازم کے نزدیک مذہب اور ریاست دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ اسی طرح racism بھی ایک جدید تصور ہے جس کا مفہوم ہے نسل کی بنیاد پر لوگوں میں فرق کرنا۔ جیسے امریکہ میں ہوتا تھا کہ سیاہ فاموں اور سفید فاموں کی باقاعدہ علیحدہ علیحدہ کالونیاں قائم تھیں۔ اس بنیاد پر دنیا میں جنگیں بھی ہوئی ہیں۔ خاص طور پر جنوبی افریقہ میں جہاں پر ڈچ کلونیل رول تھا اور جو ڈچ گورے تھے ان کی باقاعدہ علیحدہ سڑکیں تھیں اور علیحدہ بسیں تھیں۔ کوئی کالا گوروں کی بس میں نہیں بیٹھ سکتا تھا اور نہ گوروں کی سڑک استعمال کر سکتا تھا۔ اگر کوئی کالا ایسا کرتا تو اس کی باقاعدہ سزا تھی۔ آج کل یہی کام اسرائیل میں بھی ہو رہا ہے جو کہ ایک یہودی النسل ریاست ہے۔ یہاں یہ بحث بہت اہم ہوگی کہ سیکولرازم اور ماڈرن جیوش سٹیٹ کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ یہ اصل میں ایک پردہ، دجل یا فریب ہے۔ یہود کو اپنے مفادات

مرتب: محمد رفیق چودھری

کے حصول کے لیے جہاں ضرورت ہوتی ہے تو وہاں وہ سیکولرازم کو استعمال کرتے ہیں۔ جب سیکولر سٹیٹ برطانیہ کا وزیر خارجہ 1917ء میں بالفورڈ ڈیکلیریشن کے ذریعے یہ کہہ رہا تھا کہ ہم فلسطین میں یہودیوں کے لیے ایک ریاست بنانا چاہتے ہیں تو وہ مذہب کی بنیاد پر یہ بات کر رہا تھا لیکن اس وقت کہا یہ گیا کہ یہ سیکولر تصور کے تحت کیا جا رہا ہے۔ یعنی وہ جب چاہتے ہیں اور جہاں چاہتے وہاں سیکولرازم کا لبادہ چڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ لفظ Semitism کے بھی اپنی مرضی سے معنی تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر مغربی ڈکشنریوں کے مطابق صرف یہودیوں کے خلاف کوئی بات کرنا Anti-semitism کہلاتا ہے۔ حالانکہ اس کی اصل تعریف تمام سامی النسل لوگوں کے خلاف بات کرنا ہونی چاہیے۔ لیکن چونکہ ایک خاص ایجنڈے کے تحت یہ اصطلاح ایجاد کی گئی ہے اس لیے اینٹی سیمٹ ازم کا مطلب صرف یہودیوں کے خلاف بات کرنا لکھا گیا۔

سوال: کیا semitism ریس ازم (نسل پرستی) کی طرف بڑھ رہا ہے؟

رضاء الحق: semitism اور ریس ازم بہت قریب قریب ہیں لیکن یہ اس وقت ہم معنی ہو جاتے ہیں جب انہیں نسل پرستانہ کارڈ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا یہ ایک ترپ کا پتا ہے۔ جب کوئی ظلم ڈھا رہا ہو اور اس کے خلاف کوئی بات کرنا چاہے تو بات کرنے والے کے خلاف یہ پتا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً آج اگر اسرائیلی مظالم کے خلاف بات کی جائے تو یہودی اسے Anti-semitism قرار دیتے ہیں۔ یعنی یہ ترپ کا پتا لوگوں کو چپ کرانے کے لیے دھوکے اور دجل کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں semitism کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ بہر حال ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسرائیل ایک نسلی پرست ریاست ہے اور اس کو انہی پیرامیٹرز پر پرکھنا چاہیے جن پر ہم جنوبی افریقہ کو دیکھتے ہیں۔ لیکن دنیا کی کوئی طاقت اس حوالے سے نہیں بول رہی۔

سوال: اسرائیل کی پالیسیوں سے اختلاف کیا Anti-semitism کہلائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے ان کے نزدیک اینٹی سیمٹ ازم کی تعریف یہود کے خلاف بات کرنا تھی، ہم تو اس تعریف کو بھی غلط قرار دیتے تھے۔ لیکن ریاست اسرائیل کے خلاف بات کرنے کو اینٹی سیمٹ ازم کہنا ایک سنگین قسم کی ڈکٹیشن ہے جسے زبردستی منوایا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر بیسویں صدی میں برطانیہ کی سلطنت اتنی وسیع تھی کہ اس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آج اس کو ہم کلونیل ازم کا دور کہتے ہیں۔ کیا ہمارے ایسا کہنے کو جرم قرار دیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا یہ سوچنے کی بات ہے کہ اینٹی سیمٹ ازم اسرائیل کی مخالفت کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ پہلے

وہ اس لفظ کی جو تعریف کر رہے تھے اس کے مطابق صرف یہودیوں کے خلاف بات کرنا اینٹی سیمٹ ازم تھا اب اس میں انہوں مزید اضافہ کر کے اسرائیلی ریاست کے خلاف بات کرنا بھی اینٹی سمٹ ازم قرار دے دیا جو کہ ایک انتہائی غلط بات ہے کیونکہ اس ریاست کا قیام جبر کی بنیاد پر ہے۔ فلسطینیوں کے گھر مسمار کر کے وہاں یہودی بستیاں قائم کی گئیں اور اب وہی جبر پر مبنی ریاست وہاں کے اصل مکینوں پر مظالم میں مسلسل اضافہ کرتی چلی جا رہی ہے۔ کیا عام سیاسی اصول کے تحت بھی اس کو غلط قرار دینا جرم ہے؟ یہ تو عام اخلاقی اصولوں کے خلاف ہے کہ کسی جگہ ظلم ہو رہا ہے اور آپ اس کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ وہ ظلم یہودی کر رہے ہیں۔ یہ انتہائی غیر منطقی بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے تمام بڑے ذرائع پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ خاص طور پر مالیات اور میڈیا پر ان کا کنٹرول ہے۔ جس کی وجہ سے آج میڈیا ان ظالموں کو مظلوم بنا کر دکھا رہا ہے۔ انہوں نے تمام مالیاتی اداروں میں سود کو داخل کیا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے سود معاشی پالیسی کا ایک لازمی جزو بن گیا ہے اور سود کے ذریعے انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کا بدترین استحصال ہوتا ہے۔

سوال: CNN کے 7 یورپین ممالک میں کیے گئے سروے کے مطابق 44% لوگوں کا خیال ہے کہ Anti-semitism is growing problem in their countries. کیا حقیقت ایسی ہے؟

رضاء الحق: CNN کے ذرائع کے مطابق یہ پول ستمبر 2018ء میں ہوا۔ اس میں ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ کیا Anti semitism growing problem ہے؟ لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی چار بڑی نیوز کارپوریشنز اس وقت zionists کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ ایک پانچ منٹ کا سروے کلپ ہے جو 3 دسمبر کو CNN کے اوپر چلایا گیا اور اسی تاریخ کو جی ٹونٹی کانفرنس ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جی ٹونٹی کانفرنس کے اصل مقاصد ہائی جیک ہو گئے۔ دنیا کے بڑے بڑے چینلوں نے چوبیس گھنٹے ایک چیز پر کوریج کرنا شروع کر دی کہ دنیا میں اینٹی سیمٹ ازم بہت بڑا وبال ہے۔ یہودیوں نے دنیا میں دو چیزیں ایسی پھیلائی ہیں جو کہ اب وہ تمام دنیا کے لیے لوگوں کے اندر راسخ کر دی گئیں ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں سب سے مظلوم قوم یہودی ہے۔ اس کے لیے ہولوکاسٹ کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ دنیا کی سب سے مظلوم ریاست اسرائیل ہے۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں حقیقت کے برعکس ہیں۔ آپ اسرائیل کی پوری تاریخ دیکھ لیں اس میں آپ کو دھوکہ ہی نظر آئے گا جو لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ سی این این کے اس پول کا پیرایہ بھی یہ تھا کہ یورپ میں لوگ ہولوکاسٹ کو بھولتے جا رہے ہیں۔ گویا ہولوکاسٹ کو یاد رکھنا یا رکھوانا ان کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ اپنی مظلومیت ظاہر کرنی ہے اور ہر وقت ظاہر کرنی ہے اسی کے ذریعے انہوں نے اپنا پھیلاؤ بھی کرنا ہے اور اسی کی آڑ میں انہوں نے اپنی طرف سے ظلم بھی کرنے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم مظلوم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں یا یورپ میں سلیم الفطرت یا rational لوگوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹتا

> یہودیوں نے تقریباً دو ہزار سال بعد 7 دسمبر 2018ء کو دوبارہ ''سنہدرن'' کی تقریب منائی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ تھرڈ ٹمپل بہت جلد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

جا رہا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ جو باتیں ہمیں بتائی گئیں ہیں یا جو ہمیں باور کرایا گیا ہے حقیقت اس سے ہٹ کر ہے۔ چنانچہ یہودی اپنے دجل اور فریب کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اینٹی سمٹ ازم کا ایک نیا ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جی ٹونٹی کانفرنس میں بیٹھے سارے لیڈروں نے اس چیز کے اوپر فوکس کرنا شروع کر دیا کہ جو لوگ ہولوکاسٹ کو بھول رہے ہیں ان کو دوبارہ یاد دلانے کی ضرورت ہے۔ حقیقت میں اینٹی سیمٹ ازم دنیا میں کوئی growing problem نہیں ہے۔ کیونکہ ظالم کے خلاف بولنا اینٹی سیمٹ ازم نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ان کا اپنا ایک بیانیہ ہے وہ اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور باور یہ کرانا چاہتے ہیں کہ اسرائیل اور Zionist movement چاہے جتنے لوگوں پر ظلم و ستم کرتے رہیں وہ حق پر ہیں۔ اب جبکہ یورپ میں لوگوں پر حقیقت کھل رہی تھی تو اس لیے وہ دوبارہ یہ چیز سامنے لے کر آئے ہیں۔

سوال: اسی CNN کے سروے کے مطابق دنیا بھر میں پائے جانے والے تضادات اور جنگوں کے پیچھے یہودیوں کا رول ہے اور دنیا کی معیشت اور بینکاری پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ بہت دیر بعد ایک سچی بات سامنے آئی ہے۔ کیونکہ ان سے اس طرح کی امید نہیں تھی۔ یہ بات بالکل درست ہے۔ آپ ان کی پوری تاریخ پر غور کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی۔ فرعون غرق ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ساتھ نہیں دیا کبھی بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ فلسطین پر حملہ کرو اور اس پر قبضہ کرو لیکن انہوں نے ان کو کورا جواب دے دیا کہ تم اور تمہارا خدا جا کے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے سازشیں کر کے اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے تئیں سولی پر چڑھا دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ نے اپنی مشیت سے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا دیا۔ لیکن انہوں نے اپنی سازشوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے میں کمی نہیں کی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد ایک یہودی سینٹ پال نے عیسائیت کا لبادہ اوڑھ کر ان میں دراڑ ڈال دی اور موسوی شریعت ساقط کر دی۔ جس کے نتیجے میں ساری رومن ایمپائر نے عیسائیت اختیار کر لی اور ان کی طاقت بڑھ گئی۔ اسی طرح صلیبی جنگوں میں بھی ان کا بڑا اہم رول تھا۔ یہ جنگیں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھیں لیکن کرانے والے یہودی تھے۔ یہودی ٹمپلرز نے صلیبی لشکروں میں شامل ہو کر یہ جنگیں کروائیں لیکن جب یہ جنگیں ختم ہوگئیں تو یہ ٹمپلرز وہاں پر موجود رہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ جب مدینہ میں داخل ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے شروع میں ان پر اعتماد کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے ساتھ معاہدے کیے۔ لیکن انہوں نے ہر معاہدے کی خلاف ورزی کی اور وقت پر دھوکہ دیا۔ ان کی انہی سازشوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو مدینہ سے اور پھر خیبر سے بے دخل کیا اور ان کی بیخ کنی کی۔ پھر بیسویں صدی میں جنگ عظیم اول و دوم کے پیچھے بھی یہ یہودی تھے۔ روتھ چائلڈ فیملی کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ اس کا ایک بیٹا اتحادیوں کو فنڈ دے رہا تھا اور دوسرا بیٹا اتحادیوں کے مخالفین کو فنڈ دے رہا تھا۔ ان جنگوں کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ دونوں جنگیں یورپ میں لڑی گئیں لیکن نقصان اُمت مسلمہ کو اُٹھانا پڑا کہ خلافت کا ادارہ ختم کر دیا گیا۔ اس لیے کہ یہ سارا پری پلان تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو تقسیم کر دیا گیا۔ آپ ان کی تاریخ پر غور

کریں تو یہ ہر بڑی طاقت کے کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ پچھلی صدی سے یہ امریکہ کے کندھوں پر سوار ہیں اور میڈیا اور معیشت میں اپنی پوزیشن ایسی بنالی ہے کہ آج امریکہ اگر چاہے کہ میں یہودیوں سے نجات حاصل کرلوں تو وہ نہیں حاصل کر سکے گا۔ امریکہ ختم ہو جائے گا لیکن یہودی ختم نہیں ہوں گے۔ اسرائیل کے ایک وزیراعظم نے کہا تھا کہ میں صبح چاہوں تو نیویارک میں آگ لگوادوں اور امریکہ نے اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا حالانکہ یہ ایک سٹیٹ کی رٹ کو چیلنج تھا۔ اس وقت موجودہ نظام پر یہ اس طرح قابض ہو چکے ہیں کہ اگر ان کو اس نظام سے نکال دیا جائے تو دنیا میں اس نظام کا ڈھانچہ ہی گر جائے گا۔ نائن الیون کے بعد دنیا میں جو کچھ جنگ و جدل ہوا ہے اس کے پیچھے بھی یہودی تھے کیونکہ انہوں نے سودی معیشت والا سرمایہ دارانہ نظام دنیا پر مسلط کیا ہوا ہے۔ اس کو بچانے کے لیے انہوں نے پہلے نائن الیون کا ڈراما کیا۔ پھر اس کے نتیجے میں افغانستان، عراق، شام پر جنگیں مسلط کیں۔ مقصد یہ تھا کہ دنیا میں اسرائیل کے لیے خطرہ بننے والے ممالک کو غیر مستحکم کر دیا جائے۔ بہرحال اس کو ان کی کامیابی اور انسانیت کی بدقسمتی کہہ لیجیے۔ اگر دیکھا جائے تو پوری دنیا کے سامنے یہودیوں کی حیثیت ایک ٹولہ کی سی ہے۔ اس وقت دنیا میں سات ارب سے زیادہ آبادی ہے لیکن یہودیوں کی آبادی صرف ڈیڑھ کروڑ ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔

سوال: اس وقت تھرڈ ٹمپل کی تعمیر کا منصوبہ کس مرحلے میں ہے اور تھرڈ ٹمپل کی تعمیر یہودیوں کے لیے کتنی اہم ہے؟

رضاء الحق: تھرڈ ٹمپل کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ دنیا میں عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ Zioinist movement ایک سیاسی تحریک ہے۔ اسی نے اسرائیل کی ریاست قائم کی۔ اسی طرح کچھ عیسائی (پروٹسٹنٹ، Beptists, Evengelists) وغیرہ جو امریکہ میں ہوتے ہیں، جن کو زائنسٹ کرسچین بھی کہا جاتا ہے اور کچھ مسلمان Zionist بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اسرائیل کو فلسطین میں حکومت بنانے کا حق ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ ایک سیکولر معاملہ ہے یا ایک مذہبی معاملہ ہے؟ یوروشلم کو قرآن پاک میں ارض مقدس بھی کہا گیا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ وہاں پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایک عبادت گاہ تھی جس کو ہم مسجد کہتے ہیں اور وہ اسے ٹمپل کہتے ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک سب سے زیادہ ثواب والی عبادت قربانی ہے۔ اس ٹمپل میں وہ خاص قربانی کیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے بدمعاشیاں شروع کردیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنا شروع کر دیا۔ بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ پھر انہوں نے اس کی دوبارہ تعمیر کی لیکن 70ء میں ٹائٹس نے حملہ کر کے اس کو دوبارہ تباہ و برباد کر دیا۔ یعنی یہ ان کا دوسرا ٹیمپل تھا جو مسمار کیا گیا اور آج تک یہ مسمار ہی ہے۔ صرف ایک دیوار ہے جس کو ویلنگ وال (دیوار گریہ) کہتے ہیں۔ جہاں پر جا کر گریہ کرتے رہتے ہیں۔ امریکہ کا صدر بھی وہیں جا کر گریہ کر رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ

جہاں پر وہ ٹیمپل بنانا چاہتے ہیں وہاں پر اس وقت مسجد اقصیٰ بھی ہے اور قبۃ الصخرۃ بھی ہے جہاں سے حضور ﷺ کا معراج کا آسمانی سفر شروع ہوا تھا۔

امریکہ تو ایک سیکولر ملک ہے۔ ان کی شروع سے ایک سوچ ہے جس کو کئی لوگ گریٹر اسرائیل کا نام بھی دیتے ہیں۔ لیکن گریٹر اسرائیل End game نہیں ہے۔ احادیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ وہاں پر ایک شخص آئے گا جو اپنے آپ کو مسیح کہے گا لیکن حقیقت میں وہ دجال ہوگا۔ یہ اس کے لیے ساری تیاری ہو رہی ہے۔ ٹیمپل اس لیے اہم ہے کہ ایک مذہبی ریاست کے اندر مذہبی عمارت اور وہ تمام شواہد اور وہ تمام واقعات موجود ہوں کہ ایک شخص آ کے کہہ سکے کہ میں اللہ کا نبی ہوں لیکن وہ جھوٹا ہوگا۔ ان کے ہاں پرانے زمانے کی ایک نسل ہوا کرتی تھی جس میں 26 ربائی (یہودی مذہبی پیشوا) شامل ہوتے تھے۔ جو وہاں پر حقا (دعا) کرتے تھے اور جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے۔ یہ قربانی وہ ایک پتھر (آلٹر) کے اوپر کرتے تھے۔ اس عبادت کو وہ ''سنہدرن'' کہتے ہیں۔ 7 دسمبر 2018ء کو انہوں نے تقریباً دو ہزار سال بعد یہ ''سنہدرن'' کی تقریب منائی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دوبارہ ٹیمپل بہت جلد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں انہوں نے ستر ممالک کو دعوت دی ہے کہ ہم یہاں پر خاص دعا کروانا چاہتے ہیں اور یہاں پر وہ پتھر جو مختلف حصوں میں بٹ گیا تھا اس کو دوبارہ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ تھرڈ ٹیمپل کا پیش خیمہ اور ابتدا ہوگی۔ ان کے نزدیک تھرڈ ٹیمپل بنانے کا وقت اب بہت قریب ہے۔ عیسائیوں کو بھی اس بات کا علم ہے اس لیے Evenglists اور Beptist عیسائی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی اور ہم مسلمانوں کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے۔ لیکن یہودی دجال کے لیے یہ تیاری کر رہے ہیں اور اس وقت اس تیاری کا مرحلہ ایک سٹیج سے آگے گزر چکا ہے۔ پہلا سٹیج تھا ریاست اسرائیل کو مستحکم کرنا اور وہ مستحکم ہو چکی ہے۔ اب اگلا مرحلہ اس کو گریٹر اسرائیل بنانا ہے اور ساتھ ساتھ اپنی مذہبی بنیادیں بھی مضبوط کرنی ہیں۔ 2016ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے تقریر میں کہا تھا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے دور سے آئے ہیں۔ ہمارے یہ دو دور گزرے ہیں، ہم انبیاء کو ماننے والے ہیں۔ ہم یہودی نیشن سٹیٹ بنانے جارہے ہیں۔ تورات ہمارا آئین ہے۔ تالمود ہماری فقہ کی کتاب ہے۔ اقوام متحدہ ایک سیکولر ادارہ ہے جہاں بیٹھ کر وہ مذہبی تقریر کر رہا تھا اور اس کے خطاب پر ساری دنیا بیٹھ کر تالیاں بجا رہی تھی۔ کیا یہ ایک سیکولر مسئلہ ہے؟ حالانکہ جب اسرائیل ایک قوت کے طور پر ابھرے گا تو وہ ایک سیکولر ملک کے طور پر نہیں بلکہ ایک مذہبی ملک کے طور پر سامنے آئے گا۔

سوال: مسلمانوں کو یہودیوں کے تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر سے کیا مسئلہ ہے؟

رضاء الحق: مسلمانوں کو دو لیولز کے اوپر مسئلہ ہے۔ ایک لیول وہ ہے جس میں ہمیں یہ کہہ کر دھوکے میں رکھا جاتا ہے کہ عام ممالک کی طرح یہ ایک صیہونی سیکولر سٹیٹ ہے، لہٰذا اس کو آپ عام ممالک کی طرح قبول کریں۔ جبکہ دوسری طرف اسرائیلی حکومت اسرائیل کو ایک خاص مذہبی ونسلی ریاست بنانے کا اعلان کر رہی ہے۔ اس لیے ہم اس کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے عزائم میں جس گریٹر اسرائیل کا نقشہ ہے اس میں ٹیمپل ماؤنٹ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں پر وہ ٹیمپل بنانا چاہتے ہیں وہاں پر اس وقت مسجد اقصیٰ بھی ہے اور قبۃ الصخرۃ بھی ہے جہاں سے حضور ﷺ کا معراج کا آسمانی سفر شروع ہوا تھا۔ یہودی جب اپنا تھرڈ ٹیمپل

بنائیں گے تو انہوں نے مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ کو گرانا ہے۔ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ خاص طور پر عربوں کے لیے یہ ایک بہت بڑا فتنہ بھی ہے۔

سوال: ہیکل سلیمانی (تھرڈ ٹیمپل) کی تعمیر پر مسلمانوں کا کیا ردعمل ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: زمینی حقائق یہی بتاتے ہیں کہ تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر مسلمانوں پر بہت منفی اثرات مرتب کرے گی۔ لیکن مسلم حکمران اس معاملے میں کسی نہ کسی طرح مفاہمت کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس کی وجہ سے حکمرانوں اور عوام کے درمیان ایک کشیدگی پیدا ہو سکتی ہے اور وہ کشیدگی خونی بھی ہو سکتی ہے۔ بہرحال ہمیں نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جو تعلیم ملتی ہے وہ یہی ہے کہ آخری دور میں اسلام بطور دین پوری دنیا پر غالب ہوگا۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ زمینی حقائق چاہے کچھ بھی ہوں لیکن نبی اکرم ﷺ کی پیشن گوئیاں پوری ہو کر رہیں گی اور اسلام ایک بار پھر پوری دنیا پر غالب ہو کر رہے گا۔ ہمارے عقیدے میں یہ بھی شامل ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ظاہر ہے وہ ناکام تو نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا بالآخر مسلمانوں کو فتح بھی حاصل ہوگی اور وہ کامیاب بھی ہوں گے۔ لیکن اس سے پہلے مسلمانوں کا بہت خون بہے گا۔ جو کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے بھی بہے گا اور آپس میں بھی مسلمان باہم دست و گریبان ہو کر ایک دوسرے کا خون بہائیں گے۔ اسلام کا غلبہ ہو جائے تو یقیناً اسلام کا مقام بلند ہوگا۔ لیکن ایک عام مسلمان کے لیے کامیابی کیا ہے؟ آخرت میں ہر مسلمان سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے اسلام کے غلبے کے لیے کیا کیا۔ اسلام کا غلبہ تو ہونا ہی ہے لیکن ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ اس میں میرا کتنا حصہ ہے۔ لہٰذا میرا ساری امت مسلمہ کو یہی پیغام ہے کہ سب لوگ اسلام کے غلبہ کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈال کر اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ دنیا تو دارالامتحان ہے اور اصل نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔ وہاں کی کامیابی اصل کامیابی ہے اور وہاں کی ناکامی سب سے بڑی ناکامی ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

(20 تا 26 دسمبر 2018ء)

جمعرات (20 دسمبر) کو صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر دارالاسلام میں تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نمازِ عصر جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں ایک نکاح پڑھایا۔ بعد نمازِ مغرب قرآن اکیڈمی میں پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم جناب سرفراز احمد سے ملاقات رہی۔ اس موقع پر انہوں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے بیعت فارم پُر کیا۔ جمعہ (21 دسمبر) کو صبح 9:30 بجے مرکزی انجمن خدام القرآن کی مجلس عاملہ کے ایک ہنگامی اجلاس میں شرکت کی۔ اسی شام رائے ونڈ تبلیغی مرکز میں حاجی عبدالوہاب صاحب کی تعزیت کی غرض سے جانا ہوا۔ وہاں مرکزی قائدین سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔

ہفتہ (22 دسمبر) کو صبح 9 بجے تا دوپہر 12 بجے دارالاسلام میں تنظیم اسلامی کی توسیعی مجلس عاملہ کی پہلی نشست میں شرکت کی۔ 12 بجے تا بعد نمازِ ظہر دین حق ٹرسٹ کے بورڈ آف گورنرز کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نمازِ عصر تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کا آغاز ہوا۔ پہلی نشست نمازِ عشاء تک جاری رہی۔ اتوار (23 دسمبر) کو دارالاسلام میں صبح 9 بجے مرکزی مجلس شوریٰ کی دوسری نشست میں شرکت کی' جو رات نمازِ عشاء تک جاری رہی۔ سوموار (24 دسمبر) کو صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر دارالاسلام میں توسیعی مجلس عاملہ کی دوسری نشست میں شرکت کی۔ اسی روز سہ پہر 3 بجے اسلام آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ منگل (25 دسمبر) کو صبح 10 بجے پیہونٹ' اسلام آباد میں تنظیم اسلامی کی توسیعی مشاورت کے اجلاس میں شرکت کی۔ اسی رات لاہور واپسی ہوئی۔

بدھ (26 دسمبر) کو قرآن اکیڈمی میں قبل از ظہر معروف صحافی جناب سعید آسی سے ملاقات ہوئی' جو روزنامہ ''نوائے وقت'' سے منسلک ہیں۔ بعد نمازِ عصر ایک عالم دین جناب مفتی عبدالحمید ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم واپڈا ٹاؤن کے امیر جناب فاروق احمد ان کے ہمراہ تھے۔ بعد نمازِ مغرب روزنامہ ''جنگ'' سے وابستہ جناب ریاض الحق نے اپنے کسی ذاتی مسئلے میں رہنمائی کے لیے ملاقات کی۔

سیرت نبویؐ پر ایک منفرد تصنیف' بعنوان

''روح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت ﷺ''

کی جلد ہفتم' طبع ہوگئی ہے۔

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

نوٹ ان سات جلدوں میں نبی اکرم ﷺ کے مکی دور کے اہم حالات و واقعات کا ذکر قرآن کریم کی روشنی میں مکمل ہوگیا ہے۔ اب آٹھویں جلد سے ہجرت مدینہ اور مدنی دور کے اہم واقعات کا تفصیلی بیان ہوگا' ان شاء اللہ۔

☆ عمدہ طباعت ☆ دیدہ زیب ٹائٹل ☆ صفحات: 520 ☆ قیمت: 300 روپے

ملنے کے پتے ☆ قومی بک ڈپو' اردو بازار' کراچی ☆ اسلامک ریسرچ اکیڈمی' کراچی

☆ ادارہ معارف اسلامی' منصورہ' لاہور ☆ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ اسلامیہ' فیصل آباد

آن لائن حصول کے لیے ای میل: tasneem@roohulameen.com

....ترے کوچے سے ہم نکلے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہفتہ رفتہ افغان مفاہمتی کوششوں کے حوالے سے اہم رہا۔ ٹرمپ نے شام سے مکمل اور افغانستان سے نصف فوج نکالنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ عمل درآمد نجانے ہو نہ ہو۔ تاہم افغانستان سے مکمل نکلنے کی آبرومندانہ راہ کی تلاش میں ہے۔ سو پاکستان، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات مل کر کوشش کر رہے ہیں، امریکہ کو اس دلدل سے نکالنے کی۔ کوئی ظالم یہ نہ کہہ سکے: بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے! امریکہ نے روشن خیال، اعتدال پسند بنانے کی خاطر 49 ممالک کی افواج کی بارات لا کر افغانستان پر امریکی عوام کی خون پسینے کی کمائی کے کھربوں ڈالر کھپا ڈالے۔ حقیقی اعداد وشمار تو روزِ محشر کی سکرینوں پر ہی چلیں گے، تاہم ہزاروں تابوت تو گئے ہی۔ اب امریکہ کی معیشت میں جگہ جگہ سوراخ ہو گئے۔ امریکی ہاتھی کا (ری پبلیکن پارٹی کا نشان) خون بہے جا رہا ہے۔ خبروں میں دبی ڈھکی سسکیاں تو کئی سال پہلے پڑھی تھیں کہ کئی چھوٹے شہر گرتی معیشت کی بنا پر تباہ حال ہیں۔ ناکافی امداد کی بنا پر شہروں کا بنیادی ڈھانچہ، ہسپتال، تعلیمی ادارے، سڑکیں پل جواب دے گئے۔ لوگ بڑے شہروں کو چل دیئے۔ اس پر خوبصورت غلاف چڑھا کر یہ کہہ دیا: ''ہم نے یہ شہر فطرت (Nature) قدرت کو واپس لوٹا دیا ہموار کر کے!'' رہی سہی کسر مختلف ریاستوں پر قہر الٰہی کے عذابوں کے برستے کوڑوں نے نکال دی۔ نیز کئی چین سٹور بند ہو رہے ہیں۔

امریکہ، افغانستان سے بوریا بستر سمیٹ کر گھر جائے گا۔ بیٹھ کر رہی سہی جمع پونجی گنے گا۔ احوال کا جائزہ لے گا تو روئے گا۔ کیونکہ مسلمان اجاڑنے کے شوق میں اپنا سارا گھر اجاڑ بیٹھا۔ اس کے نوجوان، بچے پاگل ہو گئے۔ جگہ جگہ، سکولوں، تھیٹروں میں یکا یک (اپنے بڑوں ہی کی طرح بے وجہ فائرنگ کر کے کتنے ہی امریکی مار ڈالنے کی وبا پھیل گئی۔ عراق، افغانستان جنگوں کے سابق فوجی معذور بھیک مانگتے ملیں گے۔ نفسیاتی امراض کے ہاتھوں دیوانے (Post Traumatic Stress Disorder)۔ جنگ زدہ، طالبان کا خوف ان کی نفسیات درہم برہم کر گیا۔ جذبات کی دنیا میں تہلکہ برپا ہو گیا۔ واپس نیم پاگل ہو کر لوٹے تو وہاں تو نہ ماں، نہ خالہ، پھوپھی، نانی، دادی۔ نہ ہی بیوی بچے۔ گرل فرینڈ ''تو نہیں اور سہی'' کہہ کر اگلے سٹیشن پر جا اتری۔ محبت، ہمدردی کی نرمی اور گرمائش کہاں تھی کہ یہ رخنے پُر کرتی۔ سو کم از کم 5 لاکھ (2015ء کا عدد) امریکی فوجی PTSD کا شکار ہوئے...... تا آنکہ ایک سابق فوجی ویس مور کے مطابق افغانستان میں مرنے والے فوجیوں کی نسبت زیادہ بڑی تعداد خودکشی سے مرنے والے فوجیوں کی ہے۔ بہت بھاری قیمت چکائی گئی اس جنگ کی انسانی سطح پر۔ خاندان (جہاں تھے) الگ بکھر گئے۔ 73.4 فیصد واپس آنے والے فوجی کسی نہ کسی شکل میں معذوری کا شکار ہوئے، جسمانی یا ذہنی۔ 2012ء میں 60 فی صد ریٹائر کر دیئے جانے والے فوجی اوسطاً 33 سال عمر کے تھے۔ طرفہ تماشا ہے کہ امریکی تو 6 ماہ سے زیادہ میدانِ جنگ میں نہ گزار پاتے تھے، جبکہ افغان مسلسل 4 عشروں سے حالت جنگ میں پیدا ہوئے، پلے بڑھے۔ پہلے روسی سپر پاور کو تابوت فراہم کرتے رہے۔ بعد ازاں تن تنہا افغانوں نے پوری دنیا، اور جدید ترین مہلک ترین اسلحے اور جنگ بازی کا مقابلہ کیا! ملٹی بلین ڈالر سوال ہے، ان کی مدد کس نے کی؟ جواب تو موجود ہے مگر ہے سیکولرسٹوں کے کانوں سے دھواں نکال دینے والا:

''یقیناً ان کی مدد ضرور کی جائے گی۔ اور یقیناً ہمارا ہی لشکر ضرور غالب ہو کر رہے گا۔'' (الصّٰفّٰت: 172،173)

یہ صلیبی جنگ تھی بش کے مطابق۔ مقابلے پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے پروانوں کا لشکر تھا۔ اللہ کے سچے وعدے پورے تو ہونے ہی تھے، سو ہوئے!

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

طالبان کی بے مثل استقامت رنگ لائی۔ امریکہ انہیں دہشت گرد کہتا تھا۔ حالات کے جبر نے مذاکرات کی خاطر اسے موقف بدلنے پر مجبور کیا۔ ویسے سوچیں تو ان معنوں میں دہشت گرد ضرور تھے کہ سرتاپا اسلحے میں ڈوبے ہوئے امریکی خوف و دہشت سے لرز اٹھے، پیمپر پہننے پر مجبور ہوئے۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

رینڈ کارپوریشن کی پالیسی ساز رپورٹوں میں یہ ہدایات جاری کی تھیں کہ میڈیا میں کبھی ان کو بہادر نہ کہا جائے، بزدل پینٹ کریں۔ لیکن کیا کیجیے، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، سو آج بول رہا ہے۔ ساری دنیا کا مکھن اب طالبان کو لگا کر رام کیا جا رہا ہے۔ ہم چار مسلمان ملک تھپک رہے ہیں، شاباش دے دے کر مذاکرات کی کامیابی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ امریکہ شدید مخمصے میں ہے۔ نکلنے سے پہلے امریکہ، مغرب افغان عورت کے حقوق کی ضمانت چاہتا ہے! ویسے بات تو یہ ہے کہ طالبان سے بڑھ کر، خود افغانوں سے بڑھ کر انہیں مسلمان عورت کا غم کھا رہا ہے؟ ماں سے بڑھ کر چاہے تو پھاپھا کٹنی کہلائے! اور ہم اگر پوچھیں کہ تمہیں اتنی بھاری جنگ کی قیمت ادا کر کے افغان عورت کی فکر کیوں ہے؟ ''تو کون؟ میں خواہ مخواہ'' کا محاورہ بھی ان پر صادق آتا ہے۔ (اگرچہ ان محاوروں کا کماحقہ انگریزی ترجمہ ممکن نہیں!)

امریکہ چپ کر کے بوریا بستر سمیٹ کر افغانستان سے نکل جائے۔ وہ کسی آزاد، حریت پرست قوم پر اپنا فکری، تہذیبی (بلکہ 'بدتہذیبی' کا) جبر مسلط کرنے کا کیا حق رکھتا ہے؟ بھلے امریکہ اپنی عورت کو عزت، عفت، وقار، احترام، گھر، خاندان سے محروم کر کے جنس بازار بنا ڈالے۔ اس شوق میں مسلم ممالک پر وہ چڑھائی کرنے، قبضہ اور سامراجی جبر آزمانے کا حق دنیا کے کس قانون، ضابطے کے تحت رکھتا ہے؟ یہ حکم نامہ جاری کرنے کا بھی حق کیوں ہے کہ افغانستان ''دہشت گردوں'' کی پناہ گاہ نہ بنے؟ امریکہ نیٹو (یورپ) اسرائیل تو دنیا پر جنگیں مسلط کر کے ملکوں ملکوں موت اور عام تباہی پھیلانے کا ازلی ابدی حق رکھتے ہیں۔ ان کی بمباریوں تلے آ کر مرنے والے سارے دہشت گرد قرار۔ عسکریت پسندی کے جملہ حقوق ان تمام بڑی سامراجی طاقتوں کو حاصل رہیں۔ جو مسلمان

اپنے دفاع میں اسلحہ اٹھائے اس پر کائیں کائیں کرتے مشرق تا مغرب (بشمول رینڈ کارپوریشن مسلمان اور سکالرز فارڈالرز) سبھی ٹوٹ پڑیں؟ ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ پاکستان کو احتیاط برتنی چاہیے۔ مذاکرات میں ناکامی ہوئی تو امریکہ کی ہٹ دھرمی سے ہو گی۔ ہمیں افغانستان کے ساتھ رہنا ہے۔ ہم ان کے ساتھ جو کر چکے وہ کم نہیں۔ ہمسائے بدلے نہیں جا سکتے۔ جن کے آگے امریکہ، نیٹو نہ ٹھہر سکے، ہم ان کے مقابل کیونکر کھڑے ہوں گے؟ ریاست مدینہ کا حوالہ کیا لانا۔ وہاں تو کفر کا ساتھ دینا، نفاق تھا۔ ہمت حوصلہ ہو تو سورۃ النساء، التوبہ، الاحزاب، الحشر، المنافقون سے نفاق، منافق کا موضوع، انجام پڑھ دیکھئے۔ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں۔

اندرون خانہ ملک ہمہ نوع ادھڑ بن کا شکار ہے۔ بلا سوچے سمجھے کہہ جانا: ''وزراء کام نہ کرنے والے بیوروکریٹ نکال دیں، وزیر بھی محنت نہ کریں گے تو نکال دیں گے۔'' بیوروکریٹ اور وزراء بھی تجاوزات کی فہرست میں کھڑے کر دیئے؟ پورا ملک ''مجھے کیوں نکالا؟'' کی گردان سے گونجتا رہے؟ مڈٹرم انتخابات کی بات؟ آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور اٹھائے بھی گئے۔ ہوگا کیا؟ پہلے ایک حکومت مسلسل ہمہ نوع دھرنوں، ایمپائر کے اشاروں سے زلزلہ براندام رہی۔ یہ حکومت مسلسل تنازعہ ایشوز کے گھن چکر میں ہے۔ ملک چلا رہے ہیں یا پٹھو گرم کھیل رہے ہیں؟ ایک خوش خبری اسی تسلسل ہی میں آئی ہے۔ پاکستان گدھوں کے اعتبار سے تیسرا بڑا ملک بن گیا ہے۔ حکومت نے گدھوں کا مفت ہسپتال قائم کر دیا ہے۔ سو گدھوں کی فلاحی مملکت تو بن ہی گئی۔ گدھے کی کھال اوڑھ کر ضرورت مند مفت علاج کی قسمت آزمائی کر دیکھیں، بجائے رونے دھونے کے۔ کہ، ڈبویا مجھ کو ہونے نے، گدھا ہوتا تو کیا ہوتا۔ (آؤ بھگت ہوتی، علاج مفت ہوتا!) گدھے کو شیطان نظر آتا ہے تو ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہے۔ ٹیسٹ کے طور پر اسے جگہ جگہ، جہاں آپ چاہیں کھڑا کر کے دیکھ سکتے ہیں، محکموں، اداروں میں۔ مگر بے چارے کا گلا ہی نہ بیٹھ جائے۔

ان دگرگوں حالات میں وزیر اطلاعات فیاض الحسن چوہان نے اطلاع دی ہے کہ سول سوسائٹی اور ثقافتی حلقوں کی فرمائش پر (حکم تو انہی کے چلتے ہیں) بسنت منانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ پوری دنیا کا کلچرل کچرا اکٹھا کر کے ہر وقت ہاؤ ہو کا بازار گرم رکھنے کا پاکستان نے ٹھیکہ لے رکھا ہے؟ ترقی کی ساری منزلیں سر ہو گئیں جو بسنت کا خونی کھیل، ہندو کی تہذیبی باقیات ریاستِ مدینہ میں منانے چلے ہیں؟ ابھی تو قوم عیاذاً باللہ، شرکیہ کرسمس اور نئے سال کی موج مستی میں رہے گی، سورۃ مریم اور سورۃ الکہف کے انتباہ بھلا کر۔ اپنی نصابی کتاب، القرآن الحکیم سے جہالت کی کوئی حد تو ہو! یہودی علماء فقہاء اسرائیل میں کرسمس منانے کو یہودی شناخت پر حملہ قرار دے کر ہر سال تنبیہات جاری کرتے ہیں۔ مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں!

www.tanzeemdigitallibrary.com بانی تنظیم و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس، خطابات و تصنیفات کا جملہ تحریری مواد یونی کوڈ کے سرچ ایبل فارمیٹ (Unicode searchable format) میں دستیاب ہے۔

www.giveupriba.com انسدادِ سود کی کوششوں کے ضمن میں جملہ معلومات، تاریخی پس منظر، عدالتی فیصلے، قرآن وسنت کے حوالہ جات، معروف تفاسیر کے اقتباسات اور شرق و غرب کے نامور مفکرین کے اقوال و تحریرات اس ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

www.hafizahmedyar.com پروفیسر حافظ احمد یارؒ (سابق مدرس پنجاب یونیورسٹی و قرآن اکیڈمی لاہور) کا علمی خزانہ، قرآن مجید کی صرفی و نحوی ترکیب، بلاغتِ قرآن و آڈیو تفسیرِ قرآن اس ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی ہاشمی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم فل کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-4009979

☆ شیخ فیملی کی 34 سالہ کنواری خاتون کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-9191289

☆ انجینئرنگ یونیورسٹی کے پروفیسر عمر 50 سال (ہمراہ تین بڑے بچے) کو شادی (سابقہ بیوی سے علیحدگی) کے لیے عملی طور پر دیندار، باپردہ اور خوش اخلاق پڑھی لکھی مختصر فیملی (ترجیحاً جھنگ/ لاہور کی رہائشی) سے بے اولاد، بیوہ، بانجھ خاتون عمر قریباً 45/40 سال کا رشتہ درکار ہے، جو گھر سنبھال سکے اور بچوں کی دینی تربیت کر سکے۔

برائے رابطہ: 0317-4562703

☆ جٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم BBA آنرز (انٹرنیشل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) MPM اسلام آباد، PMP انٹرنیشنل (امریکہ)، جاب ابوظہبی بطور پروجیکٹ منیجر کے لیے دینی مزاج کی حامل اور ہم پلہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے ــــ اور بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم BS آنرز (اکنامکس) ایم فل/ ایم ایس، قد "3 '5 کے لیے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ گوجرانوالہ، ڈسکہ، سیالکوٹ، لاہور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0333-8124822

ایمانی زندگی

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

زندگی بھی عجیب چیز ہے اس سے ہر کوئی محبت کرتا ہے، ہر شخص زندگی کا تحفظ چاہتا ہے، ہر کوئی زندہ رہنا چاہتا ہے، انسان آخری دم تک موت سے لڑتا ہے اور زندگی کو بچانے کی کوشش کرتا ہے، دنیا کے سارے نظارے زندگی ہی کی بدولت ہیں۔ کسی کے خیال میں زندگی ایک خواب ہے اور موت اس کی تعبیر ہے۔ کسی کی سوچ یہ ہے کہ زندگی برف کی ایک سِل ہے جسے زمانے کی تپش مسلسل پگھلا رہی ہے۔ کسی نے زندگی کو ہوا کے رُخ پر رکھا ہوا چراغ قرار دیا ہے۔ کسی نے زندگی کو موت کا پہلا زینہ سمجھا ہے۔ کسی نے زندگی کو آخرت کا پل بتایا ہے۔ کسی نے زندگی کو پھول کہا، کسی نے کانٹا کہا۔ کسی نے بچے کی معصوم مسکراہٹ کو زندگی بتایا، کسی نے جہد مسلسل کو زندگی کا نام دیا۔ میں اگر زندگی کے بارے میں عقلاء، علماء، مفکرین اور فلاسفہ کے اقوال بتانا شروع کروں تو بات بہت طویل ہو جائے گی، آیئے! میں آپ کو زندگی کے پانچ ادوار اور پانچ قسموں کے بارے میں آگاہ کروں تا کہ ہم سب یہ جان سکیں کہ ہمیں کون سی زندگی گزارنی چاہیے۔

محترم قارئین! زندگی تو ایک ہے لیکن مختلف حالات کے اعتبار سے ہم زندگی کو پانچ ادوار یا پانچ قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

زندگی کا پہلا دور حیوانی زندگی ہے، اس دور میں اصل مقصد محض زندگی کو گزارنا ہوتا ہے یعنی کھانا، پینا، گرمی، سردی کا احساس، ہم جنسوں سے محبت، کھیل کود وغیرہ۔ جب بچہ بالکل چھوٹا ہوتا ہے تو اس کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کھانے پینے کی ہوتی ہے۔ وہ گرمی، سردی کا احساس کرتا ہے۔ اس سے محبت کی جائے تو وہ بھی محبت کرتا ہے، وہ اپنے انداز میں کھیل کود میں مصروف رہتا ہے۔ اسے ہم حیوانی زندگی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ یہی زندگی گزارتے ہیں۔

زندگی کا دوسرا دور عقل وشعور کی زندگی ہے، گویا پہلے زندگی طبیعت کے تابع تھی، اب وہ عقل وشعور کے تابع ہو جائے گی، عقل فیصلہ کرے گی کیا کھانا ہے، کیسے کھانا ہے؟ کیا پہننا ہے، کیسے پہننا ہے؟ زندگی کا سفر کیسے طے کرنا ہے؟ آرام کا وقت کون سا مناسب ہوگا؟ کام کاج کب کیا جائے گا؟ کون سی چیز نقصان دہ ہے اور کون سی نفع بخش ہے؟ دوستی کی حدود کیا ہوں گی اور دشمنی کی حدود کیا ہوں گی؟ یہ سارے فیصلے عقل کرے گی۔

مگر یاد رکھیے کہ ہر بات میں عقل پر بھروسا کرنا نقصان دہ ہو سکتا ہے، ایسے مسائل بھی ہیں جہاں عقل کو خود اپنی عقل نہیں ہوتی، خاص طور پر ایمانیت میں ضرورت سے زیادہ عقل کی دخل اندازی کفر تک پہنچا سکتی ہے۔ عقل کے ترازو میں ایمانیت کو تولنا ایسے ہی ہے جیسے تولے اور ماشے کے ترازو میں کئی ٹن وزنی چیزوں کو تولنا۔

زندگی کا تیسرا دور ایمانی زندگی ہے یعنی پوری زندگی پر عقل اور طبیعت کی نہیں بلکہ ایمان کی حکومت ہو۔ اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، اوڑھنا، پہننا سب کچھ ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ لڑائی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کے رضا کے لیے۔ تجارت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، عبادت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ سیاست ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، ہر عمل میں، ہر شعبہ میں، ہر مقام میں ایمان کے تقاضوں کو غالب رکھے، نفس کے تقاضوں کو ٹھکرا دے۔ اگر عقل ایمان سے ٹکرائے تو عقل کو بھی بے عقل کہہ کر ٹھوکر مار دے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ ایمانی زندگی کا مطلب ہے بندگی اور بندے کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا وہ آقا کے احکام کا تابع ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ ایمانی زندگی کھانے پینے، تجارت اور ملازمت سے منع نہیں کرتی بلکہ وہ تو صرف اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جو کچھ کرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق کرو، گویا ایمانی زندگی، اعمال اور جذبات کو ختم نہیں کرتی صرف ان کا رخ موڑ دیتی ہے۔

زندگی کا چوتھا دور ہے عرفانِ زندگی۔ علماء کہتے ہیں علم کا معنی ہے جان لینا، ایمان کا معنی ہے مان لینا اور عرفان کا معنی ہے پہچان لینا۔ جسے معرفت نصیب ہو جاتی ہے وہ صرف قانون کی پابندی نہیں کرتا بلکہ قانون ساز کے منشاء کی بھی پابندی کرتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ساری زندگی سبز رنگ کا جوتا نہیں پہنا، کوئی تحفے میں بھی دیتا تو قبول نہیں کرتے تھے۔ کسی نے کہا حضرت، شریعت نے تو سبز رنگ کا جوتا پہننے سے منع نہیں کیا، پھر آپ کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا: ''ٹھیک ہے شریعت نے منع نہیں کیا لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ کے روضہ کا رنگ بھی سبز ہے اس لیے اس رنگ کا جوتا پہنتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔''

امام مالک رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں ساری زندگی جوتا نہیں پہنا کہ کہیں ایسی جگہ جوتا نہ لگ جائے جہاں حضور اکرم ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ مکہ میں کالے رنگ کا جوتا نہیں پہنتے تھے کیونکہ غلافِ کعبہ کا رنگ بھی کالا ہے۔

زندگی کا پانچواں دور ہے وجدانی زندگی، یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایسا فنا کرنا کہ ''من تو شدم تو من شدی'' والا معاملہ ہو جائے، راحت ملے تو بھی خوش، تکلیف آئے تو بھی خوش، اولاد حاصل ہو تو بھی راضی ہو، اولاد ہلاک ہو جائے تو بھی راضی، مال ملے تو بھی راضی، مال چھن جائے تو بھی راضی۔

میرے بزرگو اور دوستو! یہ ہے پانچ قسم کی زندگی اور ہم سے جس زندگی کا مطالبہ ہے وہ ہے ایمانی زندگی لیکن ہم میں سے اکثر ایمانی زندگی نہیں بلکہ شیطانی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم شیطان کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ ہم اس کے کہنے پر لڑتے ہیں۔ اسی کے کہنے پر تعلقات توڑتے اور جوڑتے ہیں۔ وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے۔ وہی کھاتے اور پیتے ہیں جس کا وہ مشورہ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن دکھائے جب ہم شیطانی زندگی چھوڑ کر ایمانی زندگی گزارنے والے بن جائے۔

حسن ظن لازم لیکن!

محمد سمیع

حسن ظن بجا کہ یہی ہمارے دین کی تعلیم ہے لیکن اگر اس حسن ظن پر مسلسل کچوکے لگائے جائیں تو کیا پھر بھی حسن ظن سے کام لینے پر اصرار مناسب ہے؟ کہاں پاکستانی قوم اور کہاں ریاست مدینہ کے دین کے فدائین۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ امتی تھے اور وہ بھی ایسے امتی جو اپنے نبی ﷺ پر، ان کی حکمرانی پر نہیں، اس طرح جان دینے کے لیے تیار رہتے تھے کہ غزوۂ احد کے ان شہداء کی تعداد دیکھ لی جائے جو حضور ﷺ کے دفاع میں اپنے جسموں پر دشمنوں کے تیروں کو روکتے ہوئے شہید ہوئے۔ ہم ایک قوم ہیں اور وہ بھی پاکستانی قوم جس کا قومی کردار منافقت اور جس کا شعار بقول موجودہ حکمراں کے کرپشن ہے اور المیہ یہ کہ کرپٹ حضرات نہ صرف ان کی جماعت بلکہ ان کی کابینہ میں بھی لوگوں کے بقول شامل ہیں۔ تاہم ان کی دیانت پر لوگوں کا اتفاق ہے۔ اس کے باوجود کہ ان کے ہر جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک کی بجائے میوزیکل کنسرٹس سے شروع ہوتا ہے اور یہ بوالعجبی کہ ان کے ساتھ اتحاد کرنے میں وہ جماعت پیش پیش رہی جو اسلامی انقلاب کی علمبردار رہی ہے، ہم حسن ظن سے کام لیتے ہیں بلکہ دعاگو بھی ہیں کہ اللہ مسبب الاسباب ایسے اسباب پیدا کردے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست بن جائے۔ بقول مولانا طارق جمیل مدظلہٗ کے پاکستان کو مدینے کی ریاست تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی بنا سکتا ہے، تاہم حکمراں کی نیت کو بھی دیکھا جانا چاہیے۔ نیت کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم ہم تو حسن ظن سے کام لیتے ہوئے حکمراں کے ارادے پر بھروسا کرتے ہیں جو ان کے بیانات کی صورت میں سامنے آرہے ہیں۔

ہمارے ایک فاضل کالم نگار نے مولانا طارق جمیل مدظلہٗ کی موجودہ حکمران کے لیے حمایت کے تناظر میں مذہبی سیاسی جماعتوں کے علماء اور دعوت دین کے لیے کام کرنے والوں کا موازنہ کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جو لوگ دین کے لیے درد رکھتے ہیں وہ تو اس وقت سے جب علماء نے سیاسی جماعتیں قائم کرکے ملک کے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کا آغاز کیا ہے، ان کی خدمت میں یہ عرض کرتے رہتے ہیں کہ حضور آپ لوگوں نے جس راستے کو اختیار کیا ہوا ہے وہ اس منزل کو نہیں پہنچتا جس کی علمبرداری کا دعویٰ آپ کرتے ہیں۔ یہ تو وہ راستہ ہے جس کی بھول بھلیوں میں آپ ایک طویل عرصے سے گم ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس عاشقی میں عزت سادات بھی خطرے میں پڑ چکی ہے۔ زبانی طور پر آپ اسلام کی سربلندی کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ہو یہ رہا ہے کہ قوم اپنی اپنی سیاسی جماعتوں کی حمایت کی وجہ سے سیاسی فرقوں میں بٹ چکی ہے اور اس سے اسلام کی سربلندی تو ایک طرف خود اسلام کو خطرات لاحق ہوچکے ہیں۔ ایک درویش مثال دیا کرتے تھے کہ ایسے ہی ایک رہنما عوام سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے پائے گئے تھے کہ اگر فلاں جماعت اقتدار میں آگئی تو یہاں درود پڑھنا مشکل ہوجائے گا۔ ظاہر ہے کہ جس جماعت کا وہ ذکر کررہے تھے وہ عام سیاسی جماعت نہیں بلکہ مذہبی سیاسی جماعت ہی ہوسکتی تھی۔ دوسری طرف ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں عملی طور پر جمہوریت کی نیلم پری کے زلف گرہ گیر کے اس قدر اسیر ہوچکے ہیں کہ انہیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں بی بی جمہوریت کی بساط ہی نہ لپیٹ دی جائے لہٰذا اگر کبھی ایسا ہوجائے اور ہمارے ہاں اکثر ایسا ہوا ہے تو یہ اس کی بحالی کے لیے وہ سیکولر خیالات کی حامل جماعتوں سے بھی اتحاد کرکے تحریک چلانے سے گریز نہیں کرتیں۔ اس کی ممتاز مثال تو 1977 کی تحریک تھی جو اصلاً تو اینٹی بھٹو تحریک تھی لیکن اس کا نام نظام مصطفیٰ تحریک رکھ دیا گیا تھا جس کے نتیجے میں جیسی کچھ جمہوری سیاست ہمارے ہاں ہورہی تھی اسے لپیٹ دیا گیا تھا اور پھر اسی تحریک کے قائدین ایک ڈکٹیٹر کی کابینہ میں شامل ہوگئے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بھائی آپ مذہبی سیاسی جماعتوں کا ایسا اتحاد قائم کرکے ایک عوامی تحریک برپا کریں جس کا واحد ایجنڈا اسلامی نظام کا قیام اور شرعی قوانین کا نفاذ ہو تو وہ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ خیر انہیں تو چھوڑیں۔ ان پر تو یہ شعر صادق آتا ہے کہ۔

وہ بھلا کسی کی بات مانے ہیں
بھائی سید تو کچھ دیوانے ہیں

اب آتے ہیں ان لوگوں کی طرف جو مولانا طارق جمیل مدظلہٗ پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ آخر موجودہ حاکم کی حمایت پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے غالباً بایزید بسطامیؒ کی زندگی کا وہ واقعہ نہیں آیا کہ وہ ایک مرتبہ ایک طوائف کے کوٹھے پر گئے اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ چونکہ میں تمہیں عوضانہ دے چکا ہوں لہٰذا تمہیں وہ کچھ نہیں کرنا جو تم کرتی ہو بلکہ وہ کچھ کرنا ہے جو میں کہتا ہوں۔ پھر انہیں جائے نماز پر کھڑا کردیا کہ صبح تک تم اللہ کی عبادت میں مشغول رہو۔ اس طرح اس کی کایہ کلپ ہوگئی۔ داعی دین کو معاشرے کے ہر طبقے پر کام کرنا ہوتا ہے اور مولانا طارق جمیل مدظلہٗ کا ماضی گواہ ہے کہ انہوں نے یہ فریضہ انجام دیا ہے اور دیتے رہتے ہیں اور اس کی مثال وہ کرکٹرز ہیں جو کرکٹ کے کھیل کے دوران بھی نماز کی ادائیگی پر مستعد ہیں اور وہ فنکار جو کبھی ایک کامیاب گلوکار تھا ایک داعی دین بن گیا اور جسے اللہ تعالیٰ نے شہادت کے مقام پر فائز کردیا۔ اللہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کے ذریعے موجودہ حکمرانوں کو یہ توفیق عطا کردے کہ وہ حقیقی معنوں میں مملکت خداداد پاکستان کو مدینے کی ریاست پر نہ سہی ایک جدید اسلامی ریاست میں ڈھالنے میں کامیاب ہوجائے۔ جب وہ ایک پلے بوائے کی شہرت رکھنے والے شخص کے دل میں یہ عزم پیدا کرسکتا ہے تو اس کے لیے ایسے اسباب بھی پیدا فرما سکتا ہے کہ وہ اپنے عزم کو حقیقت کا روپ دے سکے۔ اللہ تعالیٰ قائداعظم کے ذریعے جب اس ملک کو وجود میں لاسکتا ہے تو اس کے ذریعے اس کو اس کی منزل تک پہنچانے پر بھی قادر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم اس سے کتنا تعاون کرتے ہیں۔ پاکستان کا ہر شہری اگر اللہ کی بندگی اختیار کرنے کا تہیہ کرلے اور بندگی کی تبلیغ اور بندگی کے نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرنے کا عزم مصمم کرلے تو اللہ تعالیٰ پاکستان کو مدینے کی طرز پر قائم کردے گا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے ان بنیادی تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

وقتِ مہلت یا مہلت کا وقت

مبارکہ رفیق

مؤرخ لکھے گا: ''دنیا میں ایک ایسا ملک تھا جو اسلام کے نام پر بنا، جس کا قانون شرعی تقاضوں پر بنا، لیکن فیصلے شرعی تقاضوں کے مطابق نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ وہ بدترین لوگ تھے جو اپنے محسن (ہمارے پیارے نبی ﷺ) کی عزت کی رکھوالی نہ کر سکے، وہ ترقی کی منزلیں کیسے طے کرتے؟

کہنے والوں نے کیا خوب کہا ہے کہ ہماری ریاست مدینہ کی ریاست کے اصولوں پر چلے گی اور عدالت کا فیصلہ قانون کے مطابق ہے۔ عجب بات ہے فیصلہ قانون کے مطابق بھی ہے اور شریعت پر پورا بھی نہیں اترتا۔ ہمارا ان سے سوال ہے یا قانون شرعی تقاضوں پر نہیں یا آپ کا فیصلہ قانون کے مطابق نہیں؟ دونوں باتیں ایک ساتھ درست نہیں ہو سکتیں کسی ایک کی تو تردید کر دیجیے۔

کان میں اذان دینے سے آغاز ہوتا ہے اور چار تکبیروں پر اختتام۔ اذان سنتے ہوئے انسان روتا ہے اور آخری نماز پڑھتے ہوئے لوگ روتے ہیں۔ یہ ہے ایک عام مسلمان کی زندگی۔ اذان کوئی بھی خوشی سے دے دیتا ہے، لیکن اختتام پر نماز جنازہ کی امامت انسان کے زندگی کے اعمال کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ جو کوئی کھلے عام کافرانہ عمل یا قول کا مرتکب ہو چکا ہو تو کوئی بھی اس کے لیے امامت کی ذمے داری نہیں لیتا۔ مسلمانو پھر کیوں تم خود کو بدنصیبوں کے زمرے میں لاتے ہو؟ اُسی اسلوب کی زندگی میں نفی کرتے ہو لیکن مرنے پر جنازہ بھی اور دفن بھی اسلام کے طریقے پر ہونا چاہتے ہو۔ خدارا خود کو اس اندھے پن سے بچاؤ جس کا انجام آگ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

جو لوگ ہمارے ایمان کو ڈگمگانا چاہتے ہیں وہ ہم سے نماز پڑھنا چھڑوا چکے، ہماری تجارت کو سود سے بھر دیا، ہمارے پیمانوں کو قسط پر نہ رہنے دیا اور ہماری حیا کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ وہ یہ جان لیں کہ ہمارے ہاں جب بچہ سکول جاتا ہے تو سکول کے دوسرے یا تیسرے سال اسے ایک قاعدہ ملتا ہے جس میں ایک سوال لازمی ہوتا ہے کہ ہمارے آخری نبی کون ہیں؟ اور جواب یہی ہے کہ ہمارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ بات سکھانے کے لیے ماں بچوں پر تشدد نہیں کرتی۔ یہ بات ہم بچپن سے سیکھتے ہوئے پروان چڑھتے ہیں۔ اسلام کی اصل سمجھ کہ کون سے اعمال کرنے ہیں، کس طرح سے کرنے ہیں، ہمیں بلوغت میں آتی ہے، لیکن ختم نبوت والی بات ہم بچپن سے اپنے سینے میں لے کر بڑے ہوتے ہیں۔ ہم انسان ہیں، آپ ہمیں جھوٹ، غیبت، چوری میں ملوث کر سکتے ہیں، لیکن وجود کے ریشے ریشے کو الگ کر دیں، ہم سے یہ نہیں کہلوا سکتے کہ نبوت آپ ﷺ کے بعد بھی چلتی رہے گی۔

جاگو مسلمانوں جاگو! اپنے ضمیر کو اس طرح سے نہ سلاؤ کہ جب جاگو تو مہلت نہ ملے (بخشش کی مہلت)۔ یہ مہلت بھی نصیب والوں کو ملا کرتی ہے اور جو عزت و احترام نہیں کرتے نصیب والے نہیں ٹھہر پاتے۔ یہ اللہ کی طرف سے نبی کی عزت ہی تو ہے کہ اس ہستی نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام جوڑا کہ قیامت تک میرے محبوب کا نام میرے نام کے ساتھ لیا جائے گا۔

جس نبی نے 23 سال ہم لوگوں کو کلام پاک پہنچانے میں محنت کی، وحی کی شدت کو سہا، راتوں کو رو رو کر ہم لوگوں کے لیے اللہ سے عذاب نازل نہ ہونے کی گارنٹی لی، قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے، اُن کا ہم لوگوں پر اتنا حق تو بنتا ہے کہ ہم اُن عزت و ناموس کی حفاظت کریں۔ جب ہم اپنی جان، مال، اولاد اور ماں باپ سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کریں تو پھر ہمارا ایمان مکمل ہوگا۔

یہ لمحہ فکریہ ہے ہمیں اپنے آپ کو پرکھنے کی ضرورت ہے کیوں ہماری سوچوں میں فرق آ گیا ہے؟ کیوں ہم سیدھے راستوں کے نشان کھو رہے ہیں؟ کیوں ہم مسلمان ہو کر بھی خود کے خلاف ہو گئے ہیں؟ یہ جنگ صرف اللہ اور اس کے رسول سے نہیں بلکہ مسلمان کی خود سے بھی ہے۔ یہ اک مسلمان کا خود پر ظلم ہے۔ بے شک مسلمانوں کے لیے اس آیت کو اتارا گیا ہے تاکہ وہ اپنے ظلم کی معافی مانگ سکے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝﴾ (الانبیاء: 87)

خدارا جاگو! اپنے ایمان کی تجدید کرو اور خود کو اس فتنے کے دور میں جتنا بچا سکتے ہو بچاؤ۔ رب العزت ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

❁❁❁

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ پنجاب شرقی، مروٹ کے ناظم دعوت محمد عمران وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0300-6812681

☆ حلقہ کراچی جنوبی، اولڈ سٹی کے مبتدی رفیق جناب سیف اللہ وفات پا گئے۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور کے رفیق محترم انور قذافی کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ حیدر آباد کی مقامی تنظیم لطیف آباد کے مبتدی رفیق ریحان احمد کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-8377759

☆ حلقہ پنجاب شرقی، فورٹ عباس کے رفیق محمد عامر نور کا بیٹا وفات پا گیا۔

برائے تعزیت: 0345-7047970

☆ نارووال کے رفیق تنظیم محترم طارق محمود سندھو کی ہمشیرہ اور خالہ وفات پا گئیں

برائے تعزیت: 0313-7774065

☆ حلقہ مالاکنڈ، مقامی تنظیم واڑی کے ملتزم رفیق شاہ ولی خان کے چچا وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

The new anti-Semitism?

Views from Abroad

Anti-Semitism, like some plague-inducing virus, is “evolving” — or so warns Holocaust scholar Daniel J. Goldhagen in the American Jewish weekly The Forward. According to the author, the lessons of the Holocaust are slowly being forgotten and a “free-floating” globalised hatred of Jews is being spread via the Internet and television.

Goldhagen’s piece, “The Globalisation of anti-Semitism,” is one of the latest contributions to a growing body of reports by American and Israeli journalists and research centres purporting to show that a powerful new strain of racism is sweeping the globe. None of the authors is as disinterested as he claims: each hopes to silence criticism of both Israel and the muscular Zionist lobby groups within Washington that support Israel.

Goldhagen’s trick is to turn traditional Christian anti-Semitism on its head. Where once the anti-Semites accused the Jews of being the contagion carriers — harming their neighbours by spreading their uniquely “diseased” financial, professional and moral ideas — now it is the non-Jew who must be quarantined. We are all anti-Semites unless we can prove otherwise.

“Globalized anti-Semitism has become part of the substructure of prejudice in the world,” Goldhagen writes. “It is relentlessly international in its focus on Israel at the center of the most conflict-ridden region today, and on the United States as the world’s omnipresent power.”

The rise of Arab anti-Semitism, which has no obvious connection to historic European hatred of Jews, is explained away: “Essentially, Europe has exported its classical racist and Nazi anti-Semitism to Arab countries, which they then applied to Israel and Jews in general.”

The process, however, has not stopped there, according to Goldhagen. “Then the Arab countries re-exported the new hybrid demonology back to Europe and, using the United Nations and other international institutions, to other countries around the world. In Germany, France, Great Britain and elsewhere, today’s intensive anti-Semitic expression and agitation uses old tropes once applied to local Jews — charges of sowing disorder, wanting to subjugate others — with new content overwhelmingly directed at Jews outside their countries.”

The only way to prove one is not infected, Goldhagen implies, is by abstaining from any criticism of Israel and Zionist influences — Christian as well as Jewish — currently dominating Washington’s policy-making circles.

Goldhagen makes a solitary concession: that “fair” criticism can be made of Israeli policies, although who is to be the arbiter is left unclear. Even were genuine peace in the Middle East to be achieved, he believes “anti-Semitism’s deep roots in the ever

more globalizing consciousness, and its tenacity and plasticity, make its dissipation unlikely."

There is little basis for any of Goldhagen's conclusions. Research consistently shows that for many years the most insidious form of anti-Semitism has been directed not against Jews but Muslims. In the wake of September 11, that is truer than ever, with unthinking stereotypes of "the Arab" promoted in the mainstream media, Hollywood films and much of the language used by the White House.

A recent 139-page report by the American-Arab Anti-Discrimination Committee (ADC) found a disturbing rise in hate crimes against American Arabs since 9/11. The first such report produced on this scale, the ADC document notes 700 violent attacks against Americans perceived to be Arabs or Muslims in the first nine weeks after September 11, including several murders. It also records at least 80 cases of officials illegally removing passengers from planes and more than 800 cases of employment discrimination against Arabs.

A chapter of the report also identifies regular anti-Muslim and anti-Arab incitement in the American media and among senior politicians. Just imagine, for example, the outcry at the media headline "Why is Islam a threat to America and the West?" had it been applied to Judaism.

The success of Zionist academics and journalists in winning a disproportionate share of world attention for the plight of the Jewish Diaspora, thus eclipsing the concerns of the Arab Diaspora, is proof in itself that global Jewry today enjoys a far more protected status than its inferior Semitic cousin.

<u>Source</u>: ***An article written by Jonathan Cook, the award winning freelance journalist based in Nazareth.***

<u>Note</u>: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

For detailed information on the issue, watch our programme <u>Zamanah Gawah Hai</u> at:

http://204.12.241.218/videos/tanzeem/videos/VIDEOS/Zamana_Gawah-Hay/2018-12-21_ZGH_ep137.mp4

ندائے خلافت کی قیمت میں اضافہ

ہمارے قارئین اِس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ندائے خلافت جو تنظیم اسلامی کا ترجمان ہے، ایک خالصتاً دعوتی وتحریکی رسالہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس کی قیمت بہت کم رکھی گئی تھی۔ لیکن اب ہوش ربا مہنگائی، کاغذ کی قیمتوں میں اضافے اور طباعت کے بڑھتے ہوئے اخراجات کے پیش نظر جنوری 2019ء سے رسالے کی قیمت 12 روپے سے بڑھا کر 15 روپے کی جارہی ہے۔ علاوہ ازیں سالانہ خریدار حضرات کو اب چارسو پچاس روپے کی بجائے 600 روپے ادا کرنا ہوں گے۔ ادارہ نے جن حالات میں یہ فیصلہ کیا ہے، اُن کی بنا پر امید ہے قارئین اِس فیصلہ کو برضا ورغبت قبول کریں گے اور ندائے خلافت کے ساتھ تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

(ادارہ)

Vol: 28 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.1

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore